امام احمد رضا
ایک فقیہِ مجتہد
از
ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی
www.facebook.com/darahlesunnat
دار أهل السنة
لتحقيق الكتب والطباعة والنشر

امام احمد رضا ایک فقیہِ مجتہد

از

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

موضوع: سیرت

عنوان: امام احمد رضا ایک فقیہِ مجتہد

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

عددِ صفحات: ۸۸

سائز: ۳۶ × ۲۳

ناشر: "ادارۂ اہلِ سنّت" کراچی۔

: idarakutub@gmail.com

: 0092-3459080612

www.facebook.com/darahlesunnat

آن لائن/نشرِ اوّل

۱۴۴۴ھ / ۲۰۲۲ء

از

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی

مُعاون

مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

امام احمد رضا
ایک فقیہِ مجتہد

امام احمد رضا ایک فقیہِ مجتہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیّدی اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام کسی تعارُف کا محتاج نہیں، آپ قدس سرہٗ کی علمی دینی خدمات سے عرب وعجم خوب آگاہ اور اس کے معترِف ہیں۔ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ نابغۂ روزگار شخصیت ہیں جن کی ساری زندگی خدمتِ دین اور اسلام کی نشر واِشاعت سے عبارت رہی، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چودہویں صدی ہجری کے عظیم مجدِّد، مفسّر، محدِّث، مؤرِّخ، مفتی اور فقیہِ مجتہد ہیں۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ قرآن، حدیث اور فقہِ اسلامی سمیت جملہ علومِ مُتداولہ پر کامل دسترس رکھتے ہیں، جیسا کہ فلسفہ وسائنس، ریاضی وجغرافیہ، علمِ توقیت وجفر، اور بلاغت ومنطق وغیرہ کے موضوعات پر، آپ کی شاندار اور ناقابلِ تردید دلائل سے مزیّن تصنیفات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں!۔

فقہ واُصولِ فقہ میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبقریت، جودتِ فکر اور فقہی مہارت اپنی مثال آپ ہے! پورے عالَمِ اِسلام میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کوئی ثانی آج بھی نظر نہیں آتا! مشرق سے مغرب تک تمام بلادِ عرب وعجم میں امام احمد رضا خان کے تبحُرِ علمی کا ڈنکا ایک سَو سال سے بجتا چلا آرہا ہے! قرآن وحدیث، فقہی اُصول وضوابط، اور قواعد وجزئیات پر فقیہِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گہری نظر ہے، صرف یہی نہیں بلکہ

سارے عالَمِ اسلام کے لیے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مرجعِ فتاوی رہے ہیں، لہٰذا ہندوستان کے ساتھ ساتھ افغانستان، برما، چین، حجازِ مقدّس، امریکہ اور افریقی ممالک وغیرہا سے ہزاروں تشنگانِ علم، شرعی مسائل میں رَہنمائی کے لیے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے رجوع کرتے اور آپ کی رائے کو حرفِ آخر جانتے مانتے تھے!۔

اسی اَمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور صدر الاَفاضل سیّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا: "علمِ فقہ میں جو تبحُّر وکمال حضرت مَمدوح (امام احمد رضا) کو حاصل تھا، اس کو عرب وعجم اور مَشارِق ومَغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا، تفصیل تو اُن کے فتاوی دیکھنے پر مَوقوف ہے، مگر اِجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھیے، کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا، جس کی طرف تمام عالَمِ اسلام کے حوادث ووقائع استفتاء کے لیے رُجوع کیے جاتے تھے، ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے دے رہا تھا، وہی تمام بدمذہبوں کے جواب میں لکھتا تھا، اہلِ باطل کی تصانیف کا بالغ ردّ بھی کرتا تھا، اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا، حتی کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کی نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھی!"[(۱)] ؏

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سِوا تم ہو!

قسیمِ جامِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو!

سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی کی وفات کو سَو ۱۰۰ سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوُجود، امّتِ مسلمہ آج بھی اُن کے فیوض، برکات اور علوم سے

---

(۱) "اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام" پیش لفظ، فقاہت، ۱۱۔

مستفید ہو رہی ہے، اور یہ استفادہ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے! یہی وجہ ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قد آور علمی شخصیت اور دینی خدمات پر، اب تک دنیا بھر کے تقریبًا دو۲ درجن سے زائد لوگ ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں، اور کئی حضرات آج بھی مختلف یونیورسٹیز (Universities) میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایم فِل (M.PHIL) اور پی، ایچ، ڈی (P.H.D) کر رہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں چند دہائیوں میں شاید ہی کسی شخصیت پر، اس کثرت سے تحقیقی کام ہوا ہو! لیکن اگر امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہمہ جہت شخصیت اور دینی خدمات کو پیشِ نظر رکھا جائے، تو یہ سارا تحقیقی کام اُس کا عشرِ عشیر بھی دکھائی نہیں دیتا۔

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی مقام، مجتہدانہ شان اور دینی خدمات سے متعلق مزید معلومات کے لیے، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیقات "جد الممتار علی رد المحتار" کا مقدّمہ ملاحظہ فرمائیے[1]، جس میں استاذ العلماء حضرت علّامہ محمد احمد مِصباحی صاحب -دامت برکاتہ- نے انتہائی شرح وبسط اور مثالوں کے ساتھ، امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی مقام ومرتبہ کو بیان فرمایا ہے۔

اجتہاد کا لُغوی واِصطلاحی معنی

مَراتبِ اجتہاد میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقام کا تعین کرنے سے قبل، اجتہاد کا لُغوی واِصطلاحی معنی جاننا ضروری ہے، اور یہ کہ مجتہد کسے کہتے ہیں؟ اس حوالے سے کتبِ لُغات میں مذکور ہے کہ لفظِ اجتہاد کا لُغوی معنی "کوشش کرنا" ہے، جبکہ اِصطلاحِ

---

(١) انظر: "جدّ الممتار على ردّ المحتار" تعريف الكتاب، ١/ ١١٤- ١٥٢.

شرع میں وہ مقدور بھر کوشش جو کتاب وسنّت کے اِشارات سے، کسی شرعی حکم کے حصول کے لیے کی جائے اسے اجتہاد کہتے ہیں[1]۔ علّامہ سیّد شریف جُرجانی رحمۃ اللہ تعالی نے لفظ اجتہاد کا لُغوی واصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: "الاجتهادُ في اللُغة: بَذلُ الوسع. وفي الاصطلاح: استفراغُ الفقيه الوسعَ ليحصلَ له ظنٌّ بحكمٍ شرعيٍّ، وبَذلُ المجهود في طلب المقصود من جهة الاستدلال"[2]. "لُغت میں اجتہاد، طاقت صَرف کرنے کا نام ہے، اور اصطلاح میں فقیہ کا اپنی طاقت صَرف کرنا؛ تاکہ کسی شرعی حکم کا ظنِّ غالب حاصل ہو جائے، اور بطورِ استدلال مقصود کی طلب میں طاقت صَرف کرنے کو اجتہاد کہا جاتا ہے"۔

اجتہاد کا لُغوی وشرعی معنی بیان کرتے ہوئے علّامہ عبد الغنی نابلُسی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا: "الاجتهادُ وهو في اللغة: تحمّل الجُهد، أي: المشقّة. وفي الاصطلاح: استفراغُ الجُهود في استنباط الحكم الشرعي الفَرعي عن دليله"[3]. "لُغت میں اجتہاد کا معنی مشقّت اٹھانا ہے، جبکہ اِصطلاحِ شریعت میں حکمِ شرعی فَرعی کو اس کی دلیل سے استنباط کرنے میں، حتَّی المقدور کوشش کا نام ہے"۔

---

(۱) انظر: "النهاية في غريب الحديث والأثر" لابن الأثير، جهد، ۱/ ۳۱۹، ملخّصاً. و"لسان العرب" فصل الجيم، ۳/ ۱۳۵، ملخّصاً. و"تاج العروس من جواهر القاموس" جهد، ۷/ ۵۳۹، ملخّصاً.

(۲) "التعريفات" للجُرجاني، باب الألف، صـ۱۰.

(۳) "الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية" ۲/ ۲۹۸.

مجتہد کی تعریف

مجتہد کی تعریف بیان کرتے ہوئے علّامہ سیّد شریف جُرجانی رحمۃ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "المجتهد: مَن يَحوي علم الكتاب ووُجوهَ مَعانيه، وعلمَ السُنّة بطُرقها ومُتونها ووُجوهِ مَعانيها، ويكون مُصيباً في القياس، عالماً بعُرف الناس"(۱). "مجتہد وہ ہے جو قرآن پاک اور اس کے وُجوہِ مَعانی، اور احادیثِ کریمہ کو طُرقِ رِوایات، مُتون اور اس کے وُجوہِ معانی کے ساتھ بکمال خوب جانتا ہو، درست قیاس کرتا ہو، اور لوگوں کے عُرف کو جانتا ہو"۔

مجتہد کسے کہتے ہیں؟ اس سلسلے میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے استفسار کیا گیا، تو سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے انتہائی شرح وبَسط سے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "جو آیات واَحکام واِصابتِ اَحکام وطُرقِ حدیث وشُذوذ ونکارت ونقدِ رجال، اَسباب جَرح وتعدیل وعللِ غامضہ ووُجوہِ نظم وصُنوفِ معنی وجمیع مَبادی اَدبیہ واُصولیہ وناسخ ومنسوخ ومَناہجِ ترجیح وتطبیق ومناشئ حکم ومقاصدِ شرح ومصالحِ زَمن وعوائدِ اُمم ومظانِ حکم واَقاویلِ صحابہ ومَواضعِ اِجماع ومَشارعِ خلاف وعللِ مؤثرہ وجوامعِ مُغیرہ ومساعہ تعدّیہ ومَواردِ قصر وغیرہا وجمعِ مواردِ حصر کی معرفت میں دریائے ذخّار ناپیدا کنار ہو، اور اس کے ساتھ ذہنِ ثاقب وفکر صائب وطبعِ نقاد، عقل ومقاد وتوفیقِ خداداد رکھتا ہو، کہ جملہ ما لہ وما علیہ کے لحاظ سے منصوص سے مسکوت کا حکم اپنی رائے سے قائم کر سکے"(۲)۔

---

(۱) "التعريفات" للجُرجاني، باب الميم، صـ۲۰٤.

(۲) "اظہار الحق الجلی" ص۲۷۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مجتہد کی قابلیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو، کہ قرآنی اِشارات ورُموز سمجھ سکے، اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے، اور اس سے مسائل نکال سکے، ناسخ ومنسوخ کا پورا علم رکھتا ہو، علم صَرف ونَحو وبلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو، اَحکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو، اس کے علاوہ ذَکی اور خوش فہم ہو۔ جو اِس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ مجتہد نہیں"[1]۔

فقہ کسے کہتے ہیں؟

مذکورہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث سے کسی شرعی حکم پر ظنِّ غالب حاصل کرنا، اور اسے اس کی دلیل سے اِستنباط کرنا فقیہ کا کام ہے، اہلِ علم خوب جانتے ہیں کہ یہاں فقیہ سے مراد عام فقیہ نہیں، بلکہ وہ فقیہِ مجتہد مراد ہے جسے علمِ فقہ اور اس کے اُصول وجزئیات میں مکمل عبور اور مہارتِ تامّہ حاصل ہو، فقہ کسے کہتے ہیں؟ اس بارے میں امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے، یوں تو ہر اَعرابی ہر بدَوِی فقیہ ہوتا؛ کہ ان کی مادری زبان عربی ہے، بلکہ فقہ بعد ملاحظۂ اُصولِ مقرّرہ وضَوابطِ محرّرہ ووُجوہِ تکلُّم وطُرقِ تفاہُم وتنقیحِ مَناط ولحاظِ اِنضِباط ومَواضعِ یُسر واحتیاط وتجنُّبِ تفریط واِفراط وفرقِ رِوایاتِ ظاہرہ ونادِرہ وتمیز در آیاتِ غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم وصریح ومحتمَل وقولِ بعض وجُمہور ومرسَل ومعلّل ووزنِ الفاظِ مفتین وسیرِ مَراتب ناقلین

---

(۱) "جاء الحق" باب ۳، کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں؟ ص۲۳۔

وعُرف عام وخاص وعاداتِ بِلاد واَشخاص وحالِ زمان ومکان واَحوالِ رِعایا وسلطان وحفظِ مَصالحِ دِین ودفعِ مَفاسدِ مفسدین وعلمِ وُجوہِ تجریح واَسبابِ ترجیح ومناہجِ توفیق ومدارکِ تطبیق ومسالکِ تخصیص ومناسکِ تقیید ومَشارعِ قیود وشَوارعِ مقصود وجمعِ کلام ونقدِ مَرام وفہمِ مراد کانام ہے، کہ تطلّعِ تامّ واطلاعِ عام ونظرِ دقیق وفکرِ عمیق وطُولِ خدمتِ علم ومُمارَستِ فن وتیقظِ وافی وذہنِ صافی معتادِ تحقیق مؤیّد بتوفیق کاکام ہے، اور حقیقۃً وہ (فقہ) نہیں مگر ایک نُور کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ بمحض کرم، اپنے بندہ کے قلب میں اِلقاء فرماتا ہے: ﴿وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾[1].

صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے، مگر صاحبِ توفیق جب ان میں نظر کو جَولان دیتا، اور دامنِ ائمۂ کرام مضبوط تھام کر راہِ تنقیح لیتا ہے، توفیقِ ربّانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے، جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فَرع خود بخود اپنے محمَل پر ڈھلتی ہے، اور تمام تخالُف کی بدلیاں چھنٹ کر اصل مراد کی صاف شفّاف چاندنی نکلتی ہے۔ اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال کہ سخت مختلف نظر آتے تھے، حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے، الحمد للہ فتاوائے فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی!"[2]۔

مقامِ اجتہاد کی چار منزلیں

مقامِ اجتہاد کو پانا ہر کَس وناکَس کے بس کی بات نہیں، مجتہد کے لیے مقامِ

---

(۱) پ ۲٤، فصلت: ۳٥.

(۲) " فتاوی رضویہ "کتاب الوقف، باب المسجد، رسالہ "إبانة المتواري في مُصالحة عبد الباري" ۱۲/ ۲۲۲، مطبوعہ ادارہ اہلِ سنّت کراچی۔

اجتہاد تک پہنچنے کے لیے کن مَنازل کا طے کرنا اور کن شرائط پر پورا اُترنا ضروری ہے؟ سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالی علیہ نے انہیں اپنے مشہور رسالہ "الفَضل الموهبي" میں بڑی شرح وبَسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اور یہ وہ منزلیں ہیں جنہیں طے کرنا سِوائے مجتہد کے، کسی کے بس کی بات نہیں[1]۔ امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے مقامِ اجتہاد کی ان چار ۴ منزلوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ "شک نہیں کہ جو شخص اِن چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے، جیسے مذہبِ مہذَّب حنفی میں امام ابویوسف وامام محمد رضی اللہ تعالی عنہما، بلاشبہ ایسے ائمہ کو اُس حکم ودعوے کا منصب حاصل ہے، اور وہ اس کے باعث اِتّباعِ امام سے خارج نہ ہوئے؛ کہ اگرچہ صورۃً اس جزئیہ میں خلاف کیا مگر معنیً اِذنِ کلّی امام پر عمل فرمایا"[2]۔ خوفِ طَوالت کے باعث ان چاروں منازل کو یہاں بیان کرنا مناسب نہیں، ذوقِ مُطالعہ رکھنے والے اَحباب امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کے رسالے کا مُطالعہ فرمائیں!۔

سیّدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالی علیہ بنفسِ نفیس مقامِ اجتہاد کی ان چار ۴ منازل پر فائز تھے یا نہیں؟ اس بارے میں سراج الفقہاء حضرت علّامہ سراج احمد قدّس سرّہ (مفتی سراج العلوم خانپور) تحریر فرماتے ہیں کہ "مولوی نظام الدین فقیہ وہابی، تفقُّہ میں اپنے ہمعصر علمائے دیوبند وغیرہ

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" رسم الاِفتاء، رسالہ "أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام" ۱/ ۲۹۵۔

(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الرّد والمناظرۃ، رسالہ "الفضل الموهبي في معنى: إذا صحّ الحديثُ فهو مَذهبي" ۲۱/ ۵۰۳۔

سے، اپنے آپ جیسا فائق کسی کو نہ جانتا تھا، جب میں نے اُسے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا تحریر کردہ رسالہ "الفضل الموهبي" کے ابتدائی اَوراق سے منازل حدیث کے سنائے تو اس نے کہا کہ "یہ سب منازِل فہمِ حدیث مولانا (امام احمد رضا خان) کو حاصل تھے، افسوس کہ میں اُن کے زمانہ میں رہ کر بھی بے خبر وبے فیض رہا!"۔ سراج الفقہاء مزید فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے چند مسائلِ فقہ کے جوابات رسائلِ رضویہ سے سنائے، تو مولوی نظام الدین وہابی نے کہا کہ "علّامہ شامی اور صاحبِ فتح القدیر مولانا (امام احمد رضا خان) کے شاگرد ہیں، یہ (شخص) تو امامِ اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے!"[1]۔

سراج الفقہاء حضرت علّامہ سراج احمد قدس سرہ مزید فرماتے ہیں کہ "میں اس (مولوی نظام الدین وہابی) کے اس قول کی تصدیق کرتا ہوں، کہ علّامہ شامی وغیرہ امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شاگرد ہیں"، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ "جب میں نے رسالہ "زُبدہ سراجیہ فی علم المیراث والمیقات والوصیۃ" تصنیف کیا، تو صنفِ ذوِی الاَرحام میں رسائلِ میراث جو سراجی کے خوشاچیں ہیں، سب نے لکھا کہ اختلافِ جہت کے وقت قوّتِ قَرابت اور ولدیت عصبہ سے ترجیح نہیں ہے، مگر علّامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے فتویٰ دیا کہ عم عمّہ کی جہت سے ولد العصبہ، خال خالہ کی جہت والے غیر عصبہ کو محروم کر دیتا ہے، علّامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے "العقود الدُریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ" میں فرمایا کہ جن کے نزدیک ولد عصبہ کو ترجیح ہے، انہیں قوّتِ

(۱) "ماہنامہ المیزان" "امام احمد رضا نمبر، امام احمد رضا اور سراج الفقہاء، ص۱۸۵، ۱۸۶۔

قَرابت کو بھی مرَجّح ماننا پڑے گا؛ کیونکہ یہ زیادہ قوی ہے"۔

سراج الفقہاء قدّس سرّہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سلسلے میں ایک استفتاء سیّدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف بھیجا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تنقیحِ حامدیہ" پر میں نے اس کے برخلاف تحقیق لکھی ہے، مگر اس وقت مبسوط سرخسی میرے پاس نہ تھی، الحمد للہ! نصِ صریح ظاہر الروایہ میری تحقیق کے مطابق اسی میں آئی ہے"۔ یہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ، جس پر ہر محقّق اندازہ لگا سکتا ہے کہ (امامِ اہلِ سنّت) فَقاہت میں کتنے رفیع القدر تھے، کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ظاہر الروایہ ان کی مؤیّد تھی"[1]۔ امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ اجتہادی فتویٰ "فتاوی رضویہ" "کتاب الفرائض[2] میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

طبقاتِ فقہاء و مجتہدین کی اَقسام

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے رشحاتِ قلم اور نتیجۂ فکر پر مشتمل، فقہی انسائیکلو پیڈیا الموسوم بہ "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" اور حضرت کی دیگر تصنیفات، مثلاً "جدّ الممتار" وغیرہ کے سالہا سال مُطالعہ، اور اس میں پائی جانے والی خصوصیات پر غور وفکر کرنے کے بعد، فقہ واُصولِ فقہ کے ایک اَدنیٰ طالب علم کی حیثیت سے، راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا ہے، کہ حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بلاشک وشبہہ مرتبۂ اجتہاد پر فائز ہیں، البتہ مجتہدینِ کرام کی کس قسم میں حضرت کا شمار ہوتا ہے؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے طبقاتِ فقہاء کی اَقسام سے آگاہی اَز حد ضروری

---

(۱) ایضاً، مکتوب نمبر ۱، ۱۸٦۔

(۲) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الفرائض، ۱۷/۸۲۸، مطبوعہ ادارۂ اہلِ سنّت کراچی۔

ہے؛ کیونکہ فقہائے کرام نے طبقاتِ فقہاء ومجتہدین کو سات ۷ اَقسام پر تقسیم فرمایا ہے، جن کی تفصیل حسبِ ذَیل ہے:

(۱) **مجتہدین فی الشرع:** اس سے مراد وہ حضرات ہیں جو شرائطِ اجتہاد کے جامع ہونے کی وجہ سے، تمام اجتہادی اَحکام کے استخراج کا ملکۂ راسخہ رکھتے ہیں، اور اِستنباطِ مسائل کے لیے اُصول وقواعد وَضع کرتے ہیں، یہ حضرات اُصول وفُروع میں کسی دوسرے کی تقلید نہیں کرتے، جیساکہ امام اَعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اور بعد میں سیّدی امام شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم بھی اس منصب پر فائز ہوئے۔

(۲) **مجتہدین فی المذہب:** اس سے مراد وہ فقہاء ومجتہدین ہیں جو اُصول وقواعد میں مجتہدین فی الشرع کی تقلید کرتے ہیں، اور فُروعی مسائل میں اپنے شیخ کے مقرّر کردہ قواعد کی رَوشنی میں، اَحکام کا اِستخراج فرماتے ہیں، جیساکہ امام ابو یوسف، امام محمد، اور امام زُفر وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔

(۳) **مجتہدین فی المسائل:** یہ وہ مجتہدین ہیں جو اُصول وفُروع دونوں میں اپنے امام کے مقلّد ہیں، اور اُصول وفُروع دونوں میں اپنے امام کی مخالفت کی قدرت وصلاحیت نہیں رکھتے، اور جن مسائل میں اپنے امام سے کوئی صریح روایت نہیں پاتے، ان کا اِستنباط اپنے امام کے وضع کردہ اُصول وقواعد کی روشنی میں کرتے ہیں۔ فقہاء ومجتہدین کی اس قسم میں امام ابوبکر احمد خفاف، امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو الحسن کَرخی، امام شمس الائمہ حَلوانی، امام شمس الائمہ سَرخسی، امام فخر الاسلام بَزدوی، اور امام فخر الدین قاضی خاں وغیرہم کے اسمائے گرامی خاص طَور پر قابلِ ذکر ہیں۔

(۴) **اصحابِ تخریج:** اصحابِ تخریج سے مراد وہ طبقہ ہے جو اجتہاد واِستنباط (اور غیر مُصرَّح مسائل کو اُصولِ موضوعہ اور مسائلِ مستخرجہ سے معلوم کرنے) کی اصلاً قدرت نہیں رکھتا، البتہ اپنی فہم ورائے سے امام کے مجمَل ومحتمل اَقوال کی تعیین کرنے کی صلاحیت ضرور رکھتا ہے، جیسے امام ابوبکر جصّاص یہاں الرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے ہم رُتبہ فقہاء۔

(۵) **اصحاب ترجیح:** اصحابِ ترجیح سے مُراد وہ فقہاء کرام ہیں جو فقہ میں اصحابِ تخریج سے بھی کم درجہ پر ہیں، یہ حضرات درپیش مسائل میں اپنے امام سے منقول چند روایات میں سے، کسی ایک روایت کو ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جیسے امام ابو الحسن قُدوری، امام برہان الدین مَرغینانی اور ان کے ہم رُتبہ فقہائے کرام۔

(٦) **اصحابِ تمیز:** یہ وہ حضرات ہیں جو ظاہرُ الروایہ، ظاہرِ مذہب اور روایتِ نادِرہ میں فرق کرتے ہیں، اور اَقوی، قوی اور ضعیف اقوال میں امتیاز کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، ان میں علّامہ عبد اللہ بن احمد نَسَفی، علّامہ عبد اللہ بن محمود مُوصلی، علّامہ محمود بن احمد بن عبید اللہ بن ابراہیم محبوبي وغیرہم کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

(۷) **مقلّدینِ محض:** مقلّدینِ محض سے مُراد وہ تمام حضرات ہیں جو اُصول وفُروع، اِستنباط واِستخراج اور ترجیح وتمیز میں اجتہاد کی طاقت نہیں رکھتے، نیز یہ حضرات اپنی کتابوں میں ہر قسم کی روایات اور اقوال جمع کر دیتے ہیں[1]۔

---

(۱) انظر: "رسالة طبقات الفقهاء" قـ۱. و"رسالة في التوريث" قـ۱٤۸. و"شرح عقود رسم المفتي" طبقات الفقهاء، صـ۱۵۳-۱۵۹.

طبقاتِ فقہاء میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام

طبقاتِ فقہاء کی مذکورہ بالا اَقسام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، جب آپ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریروں اور فتاوی کا مُطالعہ کریں گے، اور امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طرزِ استدلال کا بغور جائزہ لیں گے، تو آپ بھی یہ حقیقت ضرور تسلیم کریں گے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمہ جہت خوبیوں کی حامل شخصیت ہیں، اللہ تعالی کے خاص فضل وکرم اور مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت سے، مجدد دِین وملّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقیناً درجۂ اجتہاد پر فائز ہیں، اور حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ائمہ کے وضع کردہ اُصول وضوابط پر کاربند رہتے ہوئے، مسائلِ جدیدہ کے اَحکام کا خوب اِستنباط بھی فرمایا۔

علّامہ عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجتہدانہ صفات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "علمائے حرمین شریفین نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کو جن عظیم وجلیل خطابات سے نوازا تھا وہ مُبالغہ نہیں، عین حقیقت ہے، آپ کے کمالاتِ عالیہ کے پیشِ نظر قُدماء علمائے راسخین کی اَرواح طیّبہ بھی شاداں وفرحاں ہوں گی؛ کیونکہ "سبحان السُبوح" اور "المعتمَد المستند" کے مصنّف اور بیسیوں دیگر کُتب ورسائلِ علمِ کلام کے محشّی کا مقام، اوّل درجے کے متکلّمین میں ہوتا ہے، اسی طرح فقہاء کے زُمرے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مایہ ناز اور عظیم ترین فقیہ ہیں، اور جہاں ممیّزین، اصحابِ ترجیح اور اصحابِ تخریج کی صفات آپ کے اندر بدرجہ اتم نظر آرہی ہیں

(جیسا کہ ماہرینِ علم وفن پر واضح ورَوشن ہے) وہاں بعض صفاتِ مجتہدین فی المسائل اور مجتہدین فی المذہب کی بھی پائی جاتی ہیں"[1]۔

حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے استفسار کیا گیا، کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت کے کس منصب پر فائز تھے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "یہ تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تنقیحات، واَبحاث کو بنظرِ غائر دیکھنے والا خود فیصلہ کر سکتا ہے، کہ فقہ میں ان کا کیا مقام تھا! بہت سارے مسائل جو کتبِ فقہ میں غیر منقّح تھے، ان میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصریحات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے، کہ اصحابِ تنقیح میں اُن کا مُعاملہ علّامہ شامی اور علّامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہما سے بھی آگے ہے"[2]۔

حضور تاج الشریعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک استفتاء کے جواب میں مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گزشتہ صدی کے مجدِّد، اور ایسے بڑے عالمِ دین تھے کہ پانچ سو برس میں ان کا نظیر، ان کی جامعیت میں کوئی نظر نہ آیا، اور عرب وعجم کے علماء نے ان کے علم وفضل کا اعتراف فرمایا، جیسا کہ "حسام الحرمین"، "الدولة المكيّة" [فتاوی الحرمین برَجفِ ندوة المَین] وغیرہا پر علماء کی تقریظات سے ظاہر ہے!"[3]۔

علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "اصولیین کی تعریف کے اعتبار سے فقہ کی تعریف صرف مجتہدین پر صادق آتی ہے، ہم اعلیٰ حضرت

---

(۱) "اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام" "قوانین العلماء، ص۱۵۳۔
(۲) تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ، بزبانِ خود۔
(۳) "فتاوی تاج الشریعہ" "کتاب العقائد، علمائے عرَب وعجم نے اعلیٰ حضرت کے علم وفضل کا اعتراف کیا، ۱/ ۵۰۹۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں اجتہادِ مطلق کا دعویٰ تو نہیں کرتے، لیکن یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک نظر آتی ہے! آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے شمار ایسے قواعد مقرّر فرمائے، کہ اگر وہ سیّدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیے جاتے، تو وہ یقیناً ان کی تحسین فرماتے! آپ (امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے متعدّد ضوابط ارقام فرمائے جو کتبِ فقہ میں کہیں نہیں ملتے، لیکن ان کا وُجود ناگزیر ہے؛ کیونکہ فقہ کی بے شمار جزئیات اپنے اِنطباق کے لیے ان قواعد کی مرہونِ منّت ہیں، چونکہ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان قواعد کا کتاب وسنّت سے اکتساب کیا ہے، اس لیے یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی"(۱)۔

علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شانِ اجتہاد کے بارے میں مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ "بنظرِ غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں مجتہدین فی المسائل کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں، چنانچہ آپ (سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے زمانہ میں جو ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے، جن پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی روایت موجود نہیں تھی، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اصول وفُروع میں اتّباعِ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج فرمایا"(۲)۔

عالمِ اسلام کی مشہور ومعروف قدیم علمی درسگاہ "جامعہ ازہر" مصر میں، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فقہ حنفی کے لیے خدمات اور اجتہادی صلاحیتوں سے متعلق ایک

---

(۱) "ماہنامہ المیزان" "امام احمد رضا نمبر، فقہ اصولیین کے آئینہ میں، ص۱۹۸۔
(۲) ایضاً، طبقاتِ فقہاء کی روشنی میں امام احمد رضا، ص۲۰۲۔

مقالہ "الإمام أحمد رضا خانْ وأثرُه في الفقه الحنفي" لکھا گیا، اس مقالہ میں سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے فتاوی، طرزِ استدلال، اندازِ تنقیح اور علمائے عرب وعجم کے تاثرات کی روشنی میں، حضرت امام اہلِ سنّت کے فقہی مقام ومنصب کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے، اس تحقیقی مقالہ کے مؤلِّف جناب مشتاق احمد شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں طبقاتِ فقہاء کے پہلے چھ ٦ طبقوں کی بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں، لیکن آپ رحمۃ اللہ کی ذاتِ مبارکہ میں "مجتہد فی المسائل" کے لیے درکار تمام صفات کامل طور پر موجود ہیں، اور آپ اس منصب (مجتہد فی المسائل) پر فائز ہیں۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے دَور میں قواعدِ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی روشنی میں، اُصول وفُروع سے متعلق ان تمام نَوپید مسائل میں اجتہاد فرمایا، جن میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے کوئی صریح روایت موجود نہیں تھی"(۱)۔

اہلِ علم حضرات خوب جانتے ہیں کہ غیر منصوص اَحکام کا اِستنباط واِستخراج معمولی بات نہیں؛ کیونکہ یہ وہ صلاحیت ہے جو اللہ تعالی صرف اُن خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے جو اجتہاد کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ اگر علماء ومحققین کے کلمات وتحقیقات کو پیشِ نظر رکھا جائے، تو مَراتبِ اجتہاد اور طبقاتِ فقہاء میں امامِ اہل سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنے دَورِ اخیر میں درحقیقت "مجتہد فی المذہب" کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ اس بارے میں محققِ مسائل جدیدہ، استاذ العلماء، مفتی محمد نظام الدین رضوی -دام ظلہ العالی- اپنا مَوقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "امام احمد رضا

(۱) "الإمام أحمد رضا خانْ وأثرُه في الفقه الحنفي" المبحث الثالث: الآراء الاجتهادية الفقهية الحديثية للإمام أحمد رضا خانْ، تمهيد، صـ٢٥٦.

قدّس سرّہٗ میری نگاہ میں اصحابِ تخریج سے ہیں، آپ "فتاوی رضویہ" وتصانیفِ رضا کا مطالعہ کریں گے تو اِس کے کثیر شواہد -ان شاء اللہ تعالی- پائیں گے! میری نگاہ میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے دَورِ اخیر میں "اجتہاد فی المذہب" کے منصب پر بھی فائز ہو گئے تھے، آپ ان دونوں طبقاتِ فقہاء کی تعریف اور مثالوں کو سامنے رکھ کر، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فقہی کارناموں کا جائزہ لیں گے، تو -ان شاء اللہ تعالی- یہ بصیرت حاصل ہو جائے گی، گہری نظر سے مُطالعہ کرنا شرط ہے! خاص کر تکفیر کے باب میں آپ کا منصب فقیہِ مجتہد اور صاحبِ نظر متکلّم کا ہے! اس حوالے سے "فتاوی رضویہ" میں کتاب السیَر، "تمہیدِ ایمان"، "کفل الفقیہ الفاہم"، "حسن التعمم"، "بارق النور" ...وغیرہ رسائل اور فتاوی کا مُطالعہ کافی مفید ہو گا!" [۱]۔

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مقامِ اجتہاد سے متعلق ڈاکٹر حسن رضا اعظمی تحریر فرماتے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قواعدِ اُصول وفُروعِ اَحکام میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مقلّد تھے، اور تقلیدی شان کے ساتھ اجتہاد فی المسائل اور اجتہاد فی المذہب کی پوری اہلیت رکھتے تھے، (یہی وجہ ہے کہ) آپ (امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے مُعاصرین بھی آپ کے تبحُرِ علمی اور ملکۂ اِستخراج پر اعتماد رکھتے تھے" [۲]۔

فقیہِ اعظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجتہادی بصیرت

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہزاروں مدلّل فتاوی تحریر فرمائے، ان فتاوی میں براہِ راست قرآنی آیات سے استدلال، طُرقِ

(۱) حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی، بزبانِ خود بلا واسطہ۔
(۲) "فقیہِ اسلام "اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص۴۶۴۔

حدیث، اَقسامِ حدیث، قوی وضعیف روایات اور اسماء الرجال کی طویل اَبحاث، فقہ واُصولِ فقہ کے قواعد وضوابط اور جزئیات کا بَرملا استعمال، اور علمِ لُغات کا جابجا استعمال، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی وُسعتِ علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی شانِ اجتہاد کا یہ عالَم ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے قلم کو خطائے اجتہادی سے محفوظ رکھا، اور ایک صدی گزر جانے کے باوجود، اپنے توکجا کوئی بیگانہ اور بدترین مخالف بھی لاکھ اختلاف کے باوُجود، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی شرعی خطا تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسی اَمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شمس العلماء علّامہ قاضی شمس الدین جَونپوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بارہا ارشاد فرمایا کہ "علّامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے یہاں تو کہیں کہیں خطا دیکھنے کو مل جاتی ہے، مگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا دامن اس سے پاک ہے، اسی لیے امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے "جدّ الممتار حاشیہ رد المحتار" اور دیگر تصنیفات میں کہیں کہیں "تطفُّل علی الشامی" کا عنوان باندھا ہے، مگر سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے یہاں اس طرح کی جھلک بھی دیکھنے کو نہیں ملتی، اس لیے میں ان کے "اجتہادی کارناموں" کو علّامہ شامی کے "اجتہادی کارناموں" پر فَوقیت دیتا ہوں"[1]۔

علّامہ مفتی اعجاز ولی رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی اجتہادی بصیرت سے متعلق فرماتے ہیں کہ "امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب قادری قدّس سرّہٗ میرے نزدیک اس صدی کے فقیہِ اعظم تھے، آپ متداوِل علومِ عربیہ ادبیہ میں ماہرِ کامل، فنونِ عقلیہ ونقلیہ میں اِیجاد واجتہاد پر فائز تھے"[2]۔

---

(۱) "طبقاتِ فقہاء میں امام احمد رضا کا منصب" امام احمد رضا اور علمِ اُصولِ فقہ، ص۱۲، ۱۳۔
(۲) "ماہنامہ المیزان" "امام احمد رضا نمبر، امام احمد رضا مفتی اعجاز ولی صاحب رضوی کی نظر میں، ص۵۵۸۔

برصغیر کے ممتاز حنفی مذہبی اسکالر اور مؤرّخ مولانا کوثر نیازی صاحب نے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ابو حنیفہ ثانی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "فقہِ حنفی میں دو ۲ کتابیں مستند ترین ہیں: ان میں سے **ایک** "فتاوی عالمگیری" ہے جو دراصل چالیس ۴۰ علماء کی مشترکہ خدمت ہے، جنہوں نے فقہِ حنفی کا ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا۔ **دوسری** "فتاوی رضویہ" ہے جس کی انفرادیت یہ ہے، کہ جو کام چالیس ۴۰ علماء نے مل کر انجام دیا، وہ اس مردِ مجاہد نے تنِ تنہا کر کے دکھایا، اور یہ مجموعہ "فتاوی رضویہ"، "فتاوی عالمگیری" سے زیادہ جامع ہے۔ اور میں نے آپ (امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو ابو حنیفہ ثانی کہا ہے، وہ صرف عقیدت یا محبت میں نہیں، بلکہ "فتاوی رضویہ" کا مُطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں، کہ آپ (امام اہلِ سنّت) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس دَور کے امام ابو حنیفہ ہیں"[1] ؎

مزیّن جس سے ہے تاجِ فضیلت تاج والوں کی
وہ لعلِ پُر ضیاء تم ہو، وہ دُرِّ بے بہا تم ہو!

امام اہلِ سنّت کی جلالتِ علمی سے متعلق علمائے عرب کے تاثرات

دنیائے عرب کے کئی فقہاء اور اہلِ علم حضرات، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقامِ تفقہ تسلیم کر چکے ہیں، جن میں سے چند کے اسمائے گرامی اور ان کے تاثرات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) شیخ عبد الفتّاح ابو غُدّہ (جامعہ ازہر) فرماتے ہیں کہ "میں ایک بار سفر میں تھا، میری نشست کے برابر میں بیٹھے ایک صاحب "فتاوی رضویہ" کی ایک جلد کا مطالعہ کر رہے تھے، میں نے ان سے وہ جلد لے کر ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا،

(۱) "ماہنامہ پیغامِ شریعت" "مصنّفِ اعظم نمبر ۲۰۱۸ء، فقہ وفتاوی میں امام احمد رضا کی مہارت، ص۳۸۵۔

عبارت کی رَوانی اور کتاب وسنّت واَقوالِ سلَف سے دلائل کے اَنبار دیکھ کر میں حیران وششدر رہ گیا، اور اس ایک فتویٰ کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ "یہ شخص (امام احمد رضا) کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے"(۱)۔

(۲) شیخ حازِم محمد احمد عبد الرحیم محفوظ رحمہ اللہ تعالیٰ (جامعہ ازہر قاہرہ) فرماتے ہیں کہ "شیخ امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ صحیح معنی میں فقیہ امام ہیں... آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح وغلط، اَوامِر ونواہی اور محرّمات ومکروہات کا فرق وامتیاز، اور ان کی اصل حیثیت واضح فرمائی"(۲)۔

(۳) شیخ رشید عبد الرحمن عبیدی (بغداد) فرماتے ہیں کہ "متعدِّد ومتنوِع علوم ومَعارف وفنون میں، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریبًا ایک ہزار سے زائد کتب ورسائل کی تعداد سے پتہ چلتا ہے، کہ امام بریلوی متبحر عالم تھے، اور ان کی ذات ایک انسائیکلوپیڈیا (Encyclopedia) کی حیثیت رکھتی تھی"(۳)۔

(۴) ڈاکٹر محمد مجید سعید (استاد جامعہ اسلامیہ، بغداد) فرماتے ہیں کہ "شیخ امام احمد رضا بریلوی قندھاری برکاتی ہندی (رحمہ اللہ تعالیٰ) ایسے علّامۂ فہامہ ہیں، کہ زمانہ کم ہی ایسے لوگوں کے وُجود سے سرفراز ہوتا ہے!... شیخ احمد رضا کے تبحرِ علمی، وُسعتِ مطالعہ اور مسلسل وصبر آزما دینی وعلمی کدو کاوش کا نتیجہ ہے، کہ پچاس ۵۰ سے زیادہ علوم وفنون میں

---

(۱) "الإمام أحمد رضا خانْ وأثرُه في الفقه الحنفي" آراء علماء العرب في الإمام أحمد رضا خانْ، الشيخ عبد الفتّاح أبو غُدّة، صـ١٥١.

(۲) "امام احمد رضا علم ودانش کی نظر میں" استاذ حازِم محمد احمد عبد الرحیم محفوظ، ص۲۰۳، ۲۰۴، ملتقطاً۔

(۳) ایضًا، استاذ رشید عبد الرحمن عبیدی، ص۲۰۱۔

انہیں کامل مہارت حاصل تھی"[۱]۔

(۵) ڈاکٹر عِماد عبد السّلام رؤف (بغداد، عراق) امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مجتہدانہ صلاحیتوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "شیخ احمد رضا کو بہت سے علوم ومَعارف بالخصوص علومِ شرعیہ میں اس حد تک مہارت تھی، کہ تحقیق ودِقّتِ نظر کے اعتبار سے وہ اکثر موضوعات میں مجتہدانہ صلاحیت کے حامل تھے، اور ان کی تحقیقات واِفادات کو ایک مستقل فقہی مکتبِ فکر کہا جاسکتا ہے"[۲]۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شانِ اجتہاد کے چند پہلو

یوں تو امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تقریبًا ہر تحریر میں اجتہادی رنگ غالب دکھائی دیتا، اور اس کی جھلک صاف ملاحظہ کی جا سکتی ہے، لیکن بعض مسائل، فتاوی اور تحریریں ایسی ہیں جنہیں ملاحظہ کرنے کے بعد، طبقاتِ فقہاء ومجتہدین میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اجتہادی مقام ومنصب کی تعیین کرکے اسے تسلیم کرنا آسان ہوجاتا ہے، بطور نمونہ ان تحریروں میں سے چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

(۱) وضو کے فرضِ اعتقادی وعملی

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں ایک استفتاء کیا گیا کہ وضو میں کتنے فرضِ اعتقادی وعملی ہیں؟ امام نے اپنے خداداد اجتہاد کی بناء پر اس موضوع پر باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ "الجود الحُلو في أركان الوضو" تحریر فرمایا، اور اس میں وضو

(۱) ایضًا، ڈاکٹر محمد مجید سعید، ص۲۰۲، ملتقطاً۔

(۲) ایضًا، ڈاکٹر عِماد عبد السّلام رؤف، ص۲۰۲۔

کے چار ۴ فرضِ اعتقادی اور بارہ ۱۲ فرضِ عملی بیان فرمائے، یہ رسالہ "فتاوی رضویہ" کتاب الطہارۃ کے باب الوضوء میں ملاحظہ فرمائیں!۔

(۲) اَحکامِ شرعیہ کی تقسیم میں اضافہ

اَحکامِ شرعیہ کی تقسیم مجتہد کا کام ہے، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اجتہادی کارناموں میں ایک اہم کارنامہ اَحکامِ شرعیہ کی نئی تقسیم بھی ہے، "اَحکامِ شرعیہ کی تقسیم میں علمائے اُصولیین اور فقہائے معتمَدین کے چار ۴ اَقوال ملتے ہیں:

قول اوّل: اَحکامِ شرعیہ کی پانچ ۵ قسمیں ہیں: (۱) واجب (۲) مندوب (۳) مکروہ (۴) حرام (۵) مباح۔

قولِ ثانی: اَحکامِ شرعیہ کی سات ۷ قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) مندوب (۴) مباح (۵) حرام (۶) مکروہِ تحریمی (۷) مکروہِ تنزیہی۔

قولِ ثالث: بعض حضرات نے اَحکامِ شرعیہ کی سات ۷ قسموں کو یوں بیان فرمایا: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنّت (۴) نفل (۵) حرام (۶) مکروہ (۷) مباح۔

قولِ رابع: اَحکامِ شرعیہ کی نو ۹ قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنّتِ ہُدیٰ (سنّتِ مؤکَّدہ) (۴) سنّت زائدہ (غیر مؤکَّدہ) (۵) نفل (۶) حرام (۷) مکروہِ تحریمی (۸) مکروہِ تنزیہی (۹) مُباح"[1]۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے اجتہاد سے پانچویں نئی تقسیم بیان فرمائی، اور اَحکامِ شرعیہ کو گیارہ ۱۱ اَقسام پر منقسم فرمایا:

---

(۱) "ماہنامہ پیغامِ شریعت "مصنّفِ اعظم نمبر ۲۰۱۸ء، ضمیمہ امام احمد رضا اور اُصولِ فقہ، ص ۳۶۴۔

فرض		حرام
واجب		مکروہِ تحریمی
سنّتِ مؤکَّدہ		اِساءَت
سنّتِ غیر مؤکَّدہ		مکروہِ تنزیہی
مستحب		خلافِ اَولی
مُباح		

علاوہ ازیں اَحکامِ شرعیہ کی گزشتہ چاروں تقسیمات میں موجود کمی کی نشاندہی کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "تقسیمِ اوّل میں کمالِ اِجمال اور مذہبِ شافعی سے اَلیَق ہونے کے علاوہ، صحتِ مقابلہ اس پر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو، وقد علمتَ أنّه خلافُ التحقيق! نیز سنّت ومندوب میں فرق نہ کرنا مذہبِ حنفی وشافعی کسی کے مطابق نہیں، یہی دونوں کی تقسیمِ دُوم ۲ میں بھی ہیں، سوم ۳ وچہارُم ۴ میں عدمِ مقابلہ بدیہی؛ کہ سوم ۳ میں جانبِ فعل چار ۴ چیزیں ہیں، اور جانبِ ترک دو ۲، چہارُم ۴ میں جانبِ فعل پانچ ۵ ہیں اور جانبِ ترک تین ۳۔

پھر جانبِ ترک بسطِ اَقسام کرکے تصحیحِ مقابلہ کیجیے تو اُسی مقابلۂ نفل وکراہت سے چارہ نہیں، مگر -بتوفیق اللہ تعالیٰ- تحقیقِ فقیر سب خَللوں سے پاک ہے! اُس نے ظاہر کیا کہ اَحکام گیارہ ۱۱ ہیں، پانچ ۵ جانبِ فعل میں متنازلاً: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنّتِ مؤکَّدہ (۴) غیر مؤکّدہ (۵) مستحب۔ اور پانچ ۵ جانبِ ترک میں متصاعداً: (۶) خلافِ اَولی (۷) مکروہِ تنزیہی (۸) اِساءَت (۹) مکروہِ تحریمی

(۱۰) حرام، جن میں میزانِ مقابلہ اپنے کمالِ اعتدال پر ہے؛ کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے، اور سب کے بیچ میں گیارہواں (۱۱) مُباحِ خالص"[۱]۔

سیّدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مجتہدانہ تقسیم کے بعد تحدیثِ نعمت کے طَور پر فرمایا کہ "اس تقریرِ منیر کو حفظ کرلیجیے؛ کہ اِن سُطور کے غیر میں نہ ملے گی! اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی، اور صدہا عُقدوں کو حل کرے گی، کلمات اس کے مُوافق مخالف سب طرح کے ملیں گے، مگر -بحمد اللہ تعالیٰ- اس سے متجاوِز نہیں، فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیّدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی، ضرور ارشاد فرماتے کہ "یہ عطرِ مذہب وطرازِ مُذہَّب ہے""[۲]۔

(۳) وضو میں اِسراف سے متعلق اقوالِ فقہاء میں تطبیق

وضو میں بلا سبب پانی خرچ کرنے کے بارے میں فقہائے کرام کے چار ۴ مختلف اَقوال ہیں: (۱) علّامہ حلَبی اور علّامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک بلاسبب پانی خرچ کرنا اِسراف فی الوضوء ہے جو کہ حرام ہے۔ (۲) علّامہ مدقّق عَلائی قدّس سرّہٗ کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے۔ (۳) علّامہ ابن نُجیم مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ (صاحبِ "بحر الرائق")

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الطہارۃ، باب الغسل، رسالہ "برَكات السّماء في حكم إسراف الماء" ۱/ ۷۰۵۔ و"پیغامِ شریعت" مصنّفِ اعظم نمبر ۲۰۱۸ء، ضمیمہ امام احمد رضا اور اُصولِ فقہ، صـ۳۶۴، ۳۶۵۔

(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الطہارۃ، باب الغسل، رسالہ "برَكات السّماء في حكم إسراف الماء" ۱/ ۷۰۵۔ و"پیغامِ شریعت" مصنّفِ اعظم نمبر ۲۰۱۸ء، ضمیمہ امام احمد رضا اور اُصولِ فقہ، صـ۳۶۴، ۳۶۵۔

کے نزدیک وضو میں بلا سبب پانی خرچ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ (۴) محقق علی الاِطلاق امام ابن ہُمام (صاحبِ "فتح القدیر") کے نزدیک ایسا کرنا خلافِ اَولی ہے۔

ایک ہی مسئلہ میں فقہاء کے چار ۴ مختلف اَقوال وفتاوی، فقہی ذَوق رکھنے والے صاحبانِ علم کے لیے پریشانی کا سبب تھے، اور کوئی بنیادی ضابطہ نہ ہونے کے باعث وہ ان اقوال میں تطبیق دینے میں ناکام تھے۔ امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی شانِ اجتہاد سے اس مسئلہ سے متعلق چاروں اقوال میں تطبیق دے کر، ان کے چار جُدا جُدا محَل بیان فرمائے، اور بظاہر نظر آنے والے تضاد وتعارُض کو رفع فرمادیا: (۱) اگر وضو میں اِسراف باعتقادِ سنّت ہو تو حرام ہے، (۲) اور اگر اِسراف بلا اعتقادِ سنّت ہے تو مکروہِ تحریمی ہے، (۳) اور اگر وضو میں اِسراف سنّت سمجھ کر نہ ہو، اور پانی بھی ضائع نہ ہو، لیکن پانی ضرورت سے زیادہ خرچ ہو جائے تو مکروہِ تنزیہی ہے، (۴) اور اگر اِسراف بلا اعتقادِ سنّت ہو، اور پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کی عادت نہ ہو، مگر کبھی اتفاقاً خرچ ہوجائے تو یہ خلافِ اَولی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل "فتاوی رضویہ" "کتاب الطھارۃ، رسالہ "برکات السماء في حكم إسراف الماء" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۴) دَہ دَردَہ تالاب یا حوض کے عُمق سے متعلق قولِ راجح کی تعیین

دہ دَردہ (10x10) سائز کے حوض یا تالاب میں جمع شدہ پانی، پاک ہوتا ہے اور مائے جاری (Flowing Water) کے حکم میں ہوتا ہے، کہ نجاست گرنے سے نجس وناپاک نہیں ہوتا۔ اس میں کتنا عُمق (گہرائی) چاہیے؟ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ "ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھلے" اس سے مراد لَپ (ایک ہاتھ) ہے یا چُلّو (دونوں ہاتھ)؟ اس بارے میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں ایک استفتاء پیش

کیا گیا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا مبسوط اور مدلّل جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اُس کے عُمق (گہرائی) میں گیارہ اَقوال ہیں:

(۱) کچھ درکار نہیں، صرف اتنا ہو کہ اُتنی (دَہ در دَہ) مَساحَت(Area) میں زمین کہیں کُھلی نہ ہو۔ (۲) بڑادرہم کہ ۴۰ ماشے[1] ہوتا ہے، اُس کے عرض سے کچھ زیادہ گہرا ہو۔ (۳) اُس میں سے پانی ہاتھ سے اُٹھائیں تو زمین کھل نہ جائے۔ (۴) پانی لینے میں ہاتھ زمین کو نہ لگے۔ (۵) ٹخنوں تک ہو۔ (۶) چار۴ اُنگل کشادہ۔ **اقول:** یہ تقریبًا نو۹ اُنگل یعنی تین ۳ گرہ[2] ہوا۔ (۷) ایک بالشت۔ (۸) ایک ہاتھ۔ (۹) دو۲ ہاتھ۔ (۱۰) سفید سکّہ اُس میں ڈال کر مَرد کھڑے سے دیکھے تو روپیہ نظر نہ آئے۔ **اقول:** یعنی پانی کی کثرت سے، نہ کہ اُس کی کُدرت سے۔ (۱۱) اپنی طرف سے کوئی تعیین نہیں، ناظر کی رائے پر موقوف۔ **اقول:** یعنی جو جتنے گہراؤ پر سمجھے کہ آب کثیر ہوگیا اُس کے حق میں وہ کثیر ہے، دوسرا نہ سمجھے تو اُس کے لیے قلیل ہے"[3]۔

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ تمام اَقوال نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ "اِن میں صرف دو۲ قول مصحّح ہیں: اوّل وسوم ۳ وبَس،... قولِ اوّل کی تصحیح امام زَیلعی نے فرمائی... (جبکہ) قولِ سوم ۳ کی ترجیح عامۂ کتب میں ہے، (۱) "وِقایہ"[4]

---

(۱) 3.888 گرام۔

(۲) 6.75 انچ۔

(۳) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، رسالہ "هبة الحبير في عُمق ماءٍ كثير" ۲ / ۲۹۸، ۲۹۹۔

(٤) "الوقاية" كتاب الطهارة، قـ٤.

(۲) و"نقایہ"[۱] (۳) و"اِصلاح"[۲] (۴) و"غُرر"[۳] (۵) و"ملتقی"[۴] (۶) و"وَجیز کَردری"[۵] وغیرہا[۶] میں اِسی پر جزم فرمایا، (۷) امامِ اجل قاضی خانؒ نے اِسی کو مقدَّم رکھا، اور امامِ اعظم سے امام ابویوسف کی روایت بتایا، (۸) "ہدایہ"[۷] (۹) و"دُرر"[۸] (۱۰) و"مجمع الأنہُر"[۹] (۱۱) و"مسکین"[۱۰] (۱۲) و"مَراقی الفلاح"[۱۱] (۱۳) و"ہندیہ"[۱۲] میں اِسی کو صحیح، اور (۱۴) "ذخیرۃ العُقبی" میں اَصَح، اور (۱۵) "غیاثیہ" (۱۶) و"غنیہ"[۱۳] (۱۷) و"خزانۃ المفتین" میں مختار کہا، (۱۸) "معراج الدرایہ" (۱۹) و"فتاویٰ ظہیریہ"[۱۴] (۲۰) و"فتاویٰ خلاصہ"[۱۵]

---

(١) "النقاية" كتاب الطهارة، ١/ ٤٨.
(٢) "الإصلاح" كتاب الطهارات، ١/ ٣٨.
(٣) "الغرر" كتاب الطهارة، فرض الغسل، ١/ ٢٢.
(٤) "الملتقى" كتاب الطهارة، فصل، ١/ ٤٧.
(٥) أي: "البزّازية" كتاب الطهارة، الفصل الأوّل في الآلة، نوع في الحياض، ٤/ ٥.
(٦) انظر: "التبيين" كتاب الطهارة، الجزء الأوّل، صـ٢٢.
(٧) "الهداية" كتاب الطهارات، باب الماء الذي يجوز به الوضوء، الجزء ١، صـ٢٤.
(٨) "الدرر" كتاب الطهارة، فرض الغسل، ١/ ٢٢.
(٩) "مجمع الأنهُر" كتاب الطهارة، فصل، ١/ ٤٧.
(١٠) أي: "شرح الكنز" كتاب الطهارة، مطلب يحرم أكل الطعام المتغيّر، ١/ ٦٥.
(١١) "المراقي" كتاب الطهارة، صـ١٠.
(١٢) "الهندية" كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الأوّل فيما يجوز به التوضّؤ، ١/ ١٨.
(١٣) "الغنية" فصل في الحياض، صـ٩٧، ٩٨.
(١٤) "الظهيرية" كتاب الطهارة، الباب الأوّل، الفصل الثاني، النوع الثاني، قـ٣.
(١٥) "الخلاصة" كتاب الطهارات، الفصل الأوّل، الجنس الأوّل، الجزء ١، صـ٣.

(۲۱) و"جَوہرہ نیّرہ" (۲۲) و"شَلبیّہ"[۱] وغیرہا[۲] میں: "عليه الفتوى" فرمایا"[۳]۔

"ہاتھ سے پانی لینے میں زمین نہ کھل جائے"، اس قول سے مُراد ایک ہاتھ سے پانی لینا مُراد ہے یادونوں ہاتھ سے؟ اس سلسلے میں کلامِ علماء تین ۳ طرح کے ہیں:
(۱) مطلقاً اِغتراف یعنی ہاتھ سے پانی لینا، خواہ ایک ہاتھ سے پانی لینا ہو یا دونوں سے، اس میں دونوں شامل ہیں، (۲) ایک ہاتھ سے پانی لینا مُراد ہے، (۳) دونوں ہاتھ سے پانی لینا مُراد ہے۔

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس پر فقہی بحث فرماتے ہوئے دونوں ہاتھ سے پانی لینے والے قول کو ترجیح دی، اور درج ذَیل وُجوہِ ترجیح ارشاد فرمائے کہ "راجح یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پانی لینا مراد ہے، **اوّلاً:** یہی مُتون کا مفاد، **ثانیاً:** یہی عامّۂ کتب سے مستفاد، **ثالثاً:** کتبِ متعدّدہ میں اس پر تنصیص، اور کفِ واحد پر کوئی نص نہیں، **رابعاً:** کف سے کفین مراد لے سکتے ہیں نہ بالعکس، تو اس میں توفیق ہے، اور وہ نصبِ خلاف سے اَولیٰ، **خامساً:** زمین نہ کھلنے سے مقصود یہ ہے کہ مَساحت برقرار رہے، ورنہ دو ۲ پانی جُدا ہو جائیں گے"[۴]۔

---

(۱) أي: "حاشية الشَّلبي" كتاب الطهارة، الجزء الأوّل، صـ۲۲.
(۲) انظر: "البحر" كتاب الطهارة، ۱/ ۱٤۰، ۱٤۱.
(۳) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، رسالہ "هبة الحبير في عمق ماءٍ كثير" ۲/ ۲۹۹، ۳۰۱، ۳۰۶، ملخصاً وملتقطاً۔
(۴) ایضاً، صـ۳۰۹، ۳۱۰۔

(۵) وضو کے لیے پانی کی اقسام

سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجتہدانہ شان کا اندازہ اس بات سے بھی خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ حضرت نے وضو کے لیے ایسے پانی کی ایک سو ساٹھ ۱۶۰ اَقسام بیان فرمائی ہیں، جن سے وضو جائز ہے، اسی طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پانی کی ایک سو چھیالیس ۱۴۶ ایسی اَقسام بھی بیان فرمائیں جن سے وضو جائز نہیں، صرف یہی نہیں بلکہ فقیہِ اعظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پانی کے استعمال سے عاجز آنے کی ایک سو پچھتر ۱۷۵ صورتیں بھی بیان فرمائیں، وضو کے لیے قابلِ استعمال اور ناقابلِ استعمال پانی کی اتنی اَقسام آپ کو دیگر کتبِ فقہ میں کہیں نہیں ملیں گی!۔

(۶) جن اشیاء سے تیمُّم جائز ہے ان میں زیادات

جن اشیاء سے تیمُّم جائز ہے، کتبِ فقہ میں ان کی تعداد ۷۴ شمار کی گئی ہے، جبکہ امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "فتاوی رضویہ" میں ان اشیاء کی تعداد ایک سو اکیاسی ۱۸۱ بیان فرمائی، اور تنِ تنہا ان میں ایک سو سات ۱۰۷ اشیاء کا اِضافہ فرمایا[1]۔

(۷) جن اشیاء سے تیمُّم جائز نہیں ان میں اِضافہ

اسی طرح جن اشیاء سے تیمُّم جائز نہیں، کتبِ فقہ میں عام طور پر اُن کی تعداد ۵۸ بیان کی گئی ہے، فقیہِ اعظم امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان میں بھی بہتّر ۷۲ اشیاء کا اِضافہ فرمایا، اور ان کی کُل تعداد ۱۳۰ بیان فرمائی[2]۔

---

(۱) ایضاً، باب التیمم، رسالہ "المطر السعيد على نبت حسن السعيد" ۳/ ۲۲۱-۲۳۷۔

(۲) ایضاً، ص۲۳۸- ۲۴۵۔

(۸) مسئلۂ تیمم اور قانونِ رضوی

اگر کوئی شخص تیمم کرکے نماز ادا کررہا ہو، قبلِ نماز یا بعدِ نماز وہ اس امر پر مطلع ہوا کہ کسی دوسرے کے پاس پانی ہے، ایسی صورت میں تیمم کرکے نماز ادا کرنے والے شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علمائے متقدمین ومتاخرین نے عدم جوازِ تیمم اور بُطلانِ نماز کا حکم کرتے ہوئے، منتشر اَبحاث فرمائیں اور دلائل ذکر کیے، لیکن کسی نے کوئی واضح ضابطہ مرتَّب نہیں فرمایا، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی بارگاہ میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا، تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے اجتہاد سے اس پر ایک نیا "قانونِ رضوی" مرتَّب کیا، اور صرف اس ایک جزئیہ پر ۴۲۶ اَقسام بیان کیں، اور ان اَقسام کو ۱۹ قاعدوں کے تحت مرتَّب فرمایا[۱]۔

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے (۱) "زیادات" (۲) "جامعِ کرخی" (۳) "محیطِ سرخسی" (۴) "خلاصہ" (۵) "وجیز" (۶) "شرحِ وِقایہ" (۷) "حلبہ" (۸) "عالمگیریہ" (۹) "بحر" (۱۰) اور "غنیہ" کی عبارتوں سے اس مسئلہ کا صحیح ومعتمَد حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "سِرے سے بُطلانِ نماز کا حکم صحیح نہیں، صحیح ومعتمَد وظاہر الروایہ یہی ہے، کہ صِرف غلبۂ ظنِّ عطا سے نہ تیمم باطل ہو نہ نماز، اگر ظنِّ عطا کی خطا ظاہر ہو، دونوں صحیح وتامّ ہیں، کتبِ حاضرہ میں اس صاف تعارُض کی طرف کوئی توجّہ مبذول نہ ہوئی"[۲]۔

صرف یہی نہیں بلکہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس مسئلہ پر کتبِ فقہ میں سابقہ اَبحاث اور دلائل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، انہیں تین ۳ قوانین میں منضبط فرمایا، اور پھر

---

(۱) ایضًا، ص۳۸۰- ۳۹۰۔
(۲) ایضًا، ص۳۶۱۔

ان پر کلام فرمایا: (۱) پہلا قانون صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ (صاحبِ توضیح) کا بیان فرمایا، اور اس پر تین ۳ اِعتبار ات سے کلام کیا، (۲) دوسرا قانون امام زَین الدین ابن نُجَیم مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان کیا، اور اس پر گیارہ ۱۱ اِعتبارات سے کلام کیا، (۳) تیسرا قانون امام حَلَبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان فرمایا، اور اس پر نو ۹ اِعتبارات سے کلام کیا، اور ان میں پائی جانے والی کمزوریوں اور سقم کو بیان فرمایا۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صریح تعارُض کی نشاندہی فرمائی، اور مؤخّر الذِکر حکم کو بدلائل ترجیح دی، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہی خوبی انہیں دیگر فقہاء سے ممتاز کرتی ہے، اور اس اَمر پر واضح دلالت کرتی ہے کہ وہ مقامِ اجتہاد پر فائز المرام تھے۔ ع

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے جس سَمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے!

(۹) مسئلۂ لُمعہ

جُنبی (جس پر غسل فرض ہو) نے اپنے بدن کا کچھ حصہ دھویا اور کچھ دھونا باقی تھا کہ پانی ختم ہو گیا، پھر حدَث ہوا کہ مُوجبِ وضو ہے، اب جو پانی میسّر آئے اسے وضو اور رفعِ حدَث میں صَرف کرے یا بقیہ جَنابت کے دھونے میں؟ یہ مسئلہ لمعہ ہے۔ گزشتہ کتبِ فقہ میں مسئلہ لمعہ کی مختلف صورتیں مع اَحکام بیان ہوئی ہیں، البتہ "شرحِ وقایہ" میں مسئلہ لمعہ کی سب سے زیادہ صورتیں بیان کی گئی ہیں، جن کی کُل تعداد پندرہ ۱۵ ہے، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ میں بھی خوب تحقیق و تنقیح اور اجتہاد فرمایا، اور مسئلہ لمعہ کی علیحدہ علیحدہ گِن کر اَٹھانوے ۹۸ صورتیں مع اَحکام بیان فرمائیں، کسی مسئلہ میں اس قدر تفصیل بیان کرنا سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خاصّہ ہے، اگر فقیہِ

اعظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی مسئلہ لمعہ سے متعلق اس تفصیلی تحقیق کو سامنے رکھا جائے، تو دیگر کتبِ فقہ میں اس کا چوتھائی حصّہ بھی نہیں ملے گا[1]۔

(۱۰) مسئلۂ رُوسَر اور مقدّماتِ عشرہ

رُوسَر انگریزوں کی ایک کمپنی تھی جس میں شکر بنائی جاتی تھی، عوامی سطح پر اس کے بارے میں یہ بات مشہور تھی، کہ کمپنی والے شکر کو صاف وشفّاف کرنے کے لیے جانوروں کی ہڈیاں استعمال کرتے ہیں، اور اس بات کا لحاظ نہیں کرتے کہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک، حلال جانوروں کی ہیں یا حرام جانوروں کی، نیز لوگوں میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ اس کے اَجزائے ترکیبیہ میں شراب بھی استعمال کی جاتی ہے۔ امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی بارگاہ میں یہ مسئلہ بصورتِ استفتاء پیش کیا گیا، اور اس کا شرعی حکم بیان کرنے کی گزارش کی گئی۔ مذکورہ شکر کا مسئلہ ایک غیر منصوص مسئلہ تھا، لہذا ائمۂ مذہب سے بھی اس بارے میں کوئی صریح روایت موجود نہیں تھی، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ چاہتے تو اس مسئلہ کا مختصر اور اِجمالی جواب دے کر سائل کو مطمئن کر دیتے، مگر آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی دُور اندیشی سے اس مسئلہ کی اہمیت کو جانا، اور مستقبل قریب میں پیش آنے والے اس جیسے مزید مسائل کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کا تفصیلی جواب تحریر کیا، اور اس موضوع پر باقاعدہ ایک رسالہ "الأحلى من السُّكَّر لطلبة سُكّر رُوسر"[2] تحریر فرمایا، نیز اس رسالے میں مقدّماتِ عشرہ کے نام سے

---

(۱) "امام احمد رضا کا فقہی مقام" "مسئلہ لمعہ، ص۱۵۸، ملخصًا۔

(۲) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الطھارۃ، باب الأنجاس، رسالہ "الأحلى من السُّكر لطلبة سُكر رُوسر" ۳/ ۵۶۳- ۶۰۹۔

دَس ایسے رَہنما فقہی اُصول وضوابط مرتَّب فرمائے، کہ قیامت تک ان اُصول وضوابط کی رَوشنی میں، علمائے امّت ہزارہا مسائل کے اَحکامِ شرعیہ بیان کرتے رہیں گے! ان مقدّماتِ عشرہ کو خوفِ طوالت کے باعث تفصیلی طَور پر بیان کرنا فی الحال ممکن نہیں، البتہ ان کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:

(۱) **پہلا مقدّمہ:** ہر جانور کی ہڈی پاک ہے، چاہے اس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، اسی طرح ذَبح کیا گیا ہو یا ذَبح نہ کیا گیا ہو، البتہ شرط یہ ہے کہ ان ہڈیوں پر کسی بھی طرح کی ناپاک چکنائی نہ ہو، اور جہاں تک خنزیر کی بات ہے تو اس کے جسم کا ہر ایک جز نجس اُلعین اور ایسا ناپاک ہے کہ کسی بھی طرح وہ طہارت کے لائق ہی نہیں۔

(۲) **دوسرا مقدّمہ:** شریعتِ مطہَّرہ میں طہارت وحلّت ہی اصل ہیں، اور یہ خود اپنے آپ میں دلیلِ اِثبات ہیں، جو کسی صورت محتاجِ دلیل نہیں، جبکہ حرمت ونَجاست عارضی ہیں، لہذا کسی خاص دلیل کے محتاج ہوا کرتے ہیں۔

(۳) **تیسرا مقدّمہ:** احتیاط اس میں نہیں کہ کسی چیز کو کسی ثبوت اور بالغ تحقیق کے بغیر حرام اور مکروہ کہہ دیا جائے، بلکہ احتیاط اس بات میں ہے کہ کسی چیز کو مُباح (جائز) ہی کہا جائے، جب تک اس کے حرام یا مکروہ ہونے کی کوئی خاص دلیل نہ مل جائے؛ کیونکہ مُباح ماننا ہی اصل ہے، اور اسی مُباح کے ماننے میں احتیاط ہے۔

(۴) **چوتھا مقدّمہ:** بازاری اَفواہ نہ قابلِ اعتبار ہے، اور نہ ہی ان پر شرعی مسائل کی بِنا (بنیاد) رکھی جاسکتی ہے؛ کیونکہ بازاری اَفواہیں بے سروپا ہوتی ہیں، اور تحقیق کی جائے تو عموماً غلط اور سُنی سنائی ثابت ہوتی ہیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ خبر یا اَفواہ کسی کافر وغیر مسلم یا فاسقِ مُعلِن کی اُڑائی ہوئی ثابت ہوتی ہے۔

(۵) **پانچواں مقدّمہ:** کسی چیز کا حرام یا مکروہ ہونا اَحکامِ دِینیہ سے ہوا کرتا ہے، اور کسی بھی کافر کی خبر دینی اَحکام میں محض نامقبول ہے، اس بارے میں کسی مسلمان فاسق، بلکہ کسی مستورُ الحال مسلمان (جس کے نیک یا بد ہونے کا حال معلوم نہ ہو) کی خبر بھی لائقِ اِلتفات نہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کوئی فاسق یا مستورُ الحال مسلمان خبر دے، تو اس پر تحرّی (غور وفکر) کیا جاسکتا ہے، اگر خبر سچ ہونے پر دل جمے تو اس کا لحاظ کیا جائے، جب تک اس خبر کے غلط ہونے پر راجح ثبوت نہ مل جائے۔

(٦) **چھٹا مقدّمہ:** کوئی چیز مقامِ احتیاط سے دُور ہو، یا کسی قوم کی بے احتیاطی، بے شُعوری اور نَجاست و حرمت سے بے پرواہی مشہور ہو، اس کے باوُجود وہ چیز حرام یا مکروہ نہیں ہوگی؛ کیونکہ بے احتیاطی ہمیشہ نہیں رہتی، کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتی ہے، لہذا ایسی صورت میں کسی چیز کو حرام یا مکروہ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے ؟! اور اگر ایسا کیا جائے تو انسان کی زندگی بہت سی دُشواریوں کے گھیرے میں آجائے گی !۔

(۷) **ساتواں مقدّمہ:** ہاں جہاں کہیں بے احتیاطی شدّت کے ساتھ پائی جائے، کہ اکثر اَحوال میں نَجاست وآلودگی کا غلبۂ وُقوع اور کثرتِ شُیوع ہو، تو بے شک باعثِ غلبۂ ظن ہوگا، جو شریعت میں معتبر اور فقہ میں بِنائے اَحکام ہے۔

(۸) **آٹھواں مقدّمہ:** کسی چیز میں حرام ونجس کے ملانے، یا اس کے اختلاط سے کسی چیز کے حرام ونجس ہونے کا یقین، اس کے ہر ہر فرد سے منع واحتراز کا مُوجِب اسی وقت ہو سکتا ہے، جب یہ معلوم ومتحقق ہو کہ یہ ملانا اور نَجاست کا اختلاط بروَجہِ شُمول وعموم ہو، مثلاً جس چیز کی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس میں شراب یا خنزیر کی چربی وغیرہ پڑتی ہے، اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے، تو اس کا استعمال کلیۃً ناجائز

وحرام ہے۔ اور اگر حرام شَے ملانے کا عمومی طَور پر التزام نہیں کیا جاتا، تو وہاں حرام یا نجس ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

(۹) **نواں مقدّمہ:** بازار میں حرام چیز بھی بکتی ہے اور حلال بھی، اسی طرح کسی خاص چیز میں حلال وحرام بھی ملے ہوئے ہوں، اور دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کوئی صورت نہ ہو، تو شریعتِ مطہَّرہ اس چیز کو خریدنے کی اجازت دیتی ہے؛ کیونکہ جہاں حرام پایا جاتا ہے وہیں حلال بھی ہے، اور اس کے حلال ہونے کا احتمال بھی ہر ایک شَے میں موجود ہے، لہذا اسے خریدنے میں کوئی قباحت نہیں۔

(۱۰) **دسواں مقدّمہ:** دِین اسلام آسانی کا نام ہے دُشواری کا نہیں، اور اللہ تعالی نے ہمیں اس بات کا مکلَّف نہیں کیا کہ ہم بازار سے صرف وہی چیز خریدیں، جس کے پاک، طیّب اور حلال ہونے کے بارے میں ہمیں مکمل یقین ہو، یہ انتہائی دُشوار امر ہے جو حرجِ عظیم کا باعث ہے[۱]۔

یہ دس ۱۰ مقدّمات کس قدر اہمیت کے حامل ہیں، اس کا اندازہ امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کے ایک اَور فتویٰ سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں "رُوسر" کی شکر کا حکم بیان کرتے ہوئے آپ رحمہ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "حلال ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس خاص شکر میں جو ہمارے سامنے رکھی ہے، کوئی نَجس یا حرام چیز ملی ہے۔ محرِّر مذہب

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، رسالہ "الأحلی من السُّکر لطلبة سُکر رُوسر" ۳/ ۵۶۴- ۵۸۵، ملخصًا۔ و"پیغامِ شریعت" مصنّفِ اعظم نمبر ۲۰۱۸ء، امام احمد رضا اور علمِ اُصولِ فقہ، ص۳۶۰- ۳۶۲، ملخصًا۔

سیّدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "به نأخذ مالم نعرف شيئاً حراماً بعَينه"[1].
فقیر نے اس شکر کی تحقیق میں -بحمد اللہ تعالی- ایک کافی ووافی رسالہ مسمّی بنام تاریخی "الأحلى من السُكَّر لطلبة سُكّر رُوسر" ۱۳۰۳ھ لکھا، جس میں نہ صرف اس شکر، بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں اور انگریزی دواؤں شربتوں وغیرہا کا حکم منقّح کردیا، اس باب میں -بفضلہ تعالی- وہ نفیس ضوابط لکھے جن سے ہر جُزئیہ کا حکم بنہایت اِنجلاء منکشِف ہوسکے! مَن شاء فلْيرجع إليها، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم"[2]۔

آج ہم ایک ایسے جدید دَور میں ہیں جہاں مسلم وغیر مسلم ممالک در آمدات وبرآمدات کی صورت میں باہم تجارتی لین دَین کرتے ہیں، ان میں الیکٹرانک اشیاء سے لے کر کھانے پینے اور پہننے تک کی اشیاء ہیں، چنانچہ ضروریاتِ زندگی کی ایسی سینکڑوں اشیاء اب ہمارے زیرِ استعمال ہیں، جن کے بارے میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ان اشیاء کی تیاری میں خنزیر کی چربی استعمال کی جاتی ہے، ایسی صورت میں صرف سُنی سنائی باتوں اور اَفواہوں پر یقین کرکے ان اشیاء کا استعمال ترک کرنا، نہ صرف انتہائی مشکل ہے، بلکہ متعدِّد مسائل اور دُشواریوں کا باعث بھی ہے، لہذا ایسی صورت میں مجدِّد دین وملّت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے تحریر کردہ مقدّماتِ عشرہ کی اہمیت میں مزید اِضافہ ہوجاتا ہے!۔

---

(۱) انظر: "الهندية" كتاب الكراهية، الباب ۱۲ في الهدايا والضيافات، ٥/ ٣٤٢.

(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس، ۳/ ۵۰۴، ۵۰۵۔

(۱۱) علومِ حدیث پر کمال مہارت

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ فقہ کے ساتھ ساتھ علومِ حدیث پر بھی کمال مہارت رکھتے ہیں، علومِ حدیث میں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو کس قدر مہارت اور شغف تھا، اس کا اندازہ حضرت کی سینکڑوں تصنیفات میں موجود، ہزاروں احادیث اور سینکڑوں اِفادات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے! ایک محتاط اندازے کے مطابق امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس سلسلے میں چار سو ۴۰۰ سے زائد کتبِ حدیث سے استفادہ فرمایا۔ امام رحمۃ اللہ تعالی علیہ علومِ حدیث میں بھی یگانۂ روزگار اور اپنی مثال آپ ہیں! حضور محدثِ بریلی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ اُصولِ حدیث، اَقسام حدیث، جَرح وتعدیل، سلسلۂ رُواۃ، اور علم الرجال پر کمال درجہ مہارت وعبور رکھتے ہیں۔

حضور سیّد محمد محدثِ کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "علمِ حدیث میں سب سے نازک شعبہ علمِ رِجال کا ہے، اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالی کے سامنے کوئی سَند پڑھی جاتی، اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا، تو ہر راوی کے جَرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے، (کتاب) اٹھا کر دیکھا جاتا تو "تہذیب التہذیب" میں وہی الفاظ مل جاتے"[۱]۔

بقول مولانا رحمان علی (خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی): "امام احمد رضا تخریج (حدیث) میں یدِ طُولیٰ کے مالک تھے، اس فن میں (امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی نے) "الروض البهيج في آداب التخريج" قلم بند فرمائی، اگر اس فن میں اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، تو آپ (امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالی) کو اس فن کا مُوجِد کہنا چاہیے!"[۲]۔

---

(۱) "جامع الاَحادیث" تقدیم، ۱/۶۱۔

(۲) ایضًا۔

محدِث بریلی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جب حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر انگوٹھے چومنے کے مسئلہ پر تقریبًا دو سو ۲۰۰ صفحات پر مشتمل رسالہ "منیر العین" تحریر فرمایا، تو اس میں متعدّد افادات، اُصولِ حدیث اور اس کے اِثبات میں متعدّد دلائل پیش فرمائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے اسی رسالہ میں "الهاد الكاف في حكم الضِعاف" (ضمنی رسالہ) کے تحت علومِ حدیث کی روشنی میں حدیثِ ضعیف کے قبول ورَدّ پر بھی انتہائی جامع کلام فرمایا ہے۔ ذَوق مُطالعہ رکھنے والے اَحباب "فتاوی رضویہ" کتاب الصلاۃ، باب الاَذان والاِقامۃ کے تحت یہ رسالہ ملاحظہ فرماسکتے ہیں[1]۔ نیز علومِ حدیث میں امام اہلِ سنّت کا مقام ومرتبہ دیکھنا ہو تو ان کی درج ذیل کتب کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے:

(١) حاجز البحرَين الواقي عن جمع الصلاتين (٢) شمائم العنبر في أدب النداء أمامَ المنبر (٣) الزهر الباسم في حرمة الزكاة على بني هاشم (٤) النجوم الثواقب في تخريج أحاديث الكواكب (٥) كشف الأحوال في نقد الرجال (٦) البحث الفاحص عن طُرق أحاديث الخصائص.

(۱۲) کافروں سے ترکِ مُولات کا شرعی حکم

سن ۱۹۲۰ء میں ہندوستان کے طُول وعرض میں تحریک ترکِ مُوالات چلی، تو کفّار ومشرکین سے مُعاملات ومُوالات سے متعلق، اَحکامِ شرعیہ باہم خلط ملط ہو کر رہ گئے، انگریز کافروں سے قطع تعلق کرنے اور ہندوؤں سے دوستی واتحاد کی باتیں کی جانے

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الصّلاۃ، باب الاَذان والاِقامۃ، رسالہ "منير العين في حكم تقبيل الإبهامَين" ۳۴۴/۴- ۴۸۳۔

لگیں، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس نازک ترین صورتحال میں کسی بھی مخالفت کی پروا کیے بغیر کلمۂ حق بلند فرمایا، اور ارشاد فرمایا: "شرع شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترکِ مُوالات کا حکم ہے (چاہے وہ) مجوس (آتش پرست) ہوں یا ہُنود، نصارٰی (ہوں) یا یہود... (قرآنِ کریم میں) صاف ارشاد ہوا: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾(۱) "مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ (تعلق) نہیں!"۔ اور صاف تر فرما دیا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾(۲) "جو تم میں ان سے دوستی کرے وہ انہیں میں سے ہے!"۔

مزید برآں یہ کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مسئلہ مُوالات کی مجتہدانہ تنقیح کرتے ہوئے اس کی دس ۱۰ صورتیں بیان فرمائیں، اور مُعاملت و مُوالات میں باہمی فرق کو واضح کرکے اُمتِ مسلمہ کی صحیح اور درست سَمت میں رَہنمائی کی، کہ مجرّد مُعاملت (یعنی لین دَین اور تجارت وغیرہ) مرتَد کے سوا سب سے جائز ہے، اور ارشاد فرمایا: "ترکِ مُعاملت (انگریزوں سے لین دَین اور تجارت وغیرہ) کو ترکِ مُوالات (دوستی اور بھائی چارہ) بنا کر، قرآن عظیم کی آیتیں -جو ترکِ مُوالات میں ہیں- سوجھیں! مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں اِستثنائے مشرکین کی پچر لگالی کہ "آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں، ہندو تو ہادیانِ اسلام ہیں، آیتیں صرف نصاریٰ کے

---

(۱) پ۳، آل عمران: ۲۸.

(۲) پ٦، المائدة: ٥١.

بارے میں ہیں، اور نہ کُل نصاری، فقط انگریز! اور انگریز بھی کَل تک ان کے مورد نہ تھے، حالتِ حاضرہ سے ہوئے"، ایسی ترمیمِ شریعت وتغییرِ اَحکام وتبدیلِ اسلام کا نام خیر خواہئ اسلام رکھا ہے! ترکِ مُوالاتِ کفّار میں قرآن عظیم نے ایک دو، دس بیس جگہ تاکیدِ شدید پر اِکتفاء نہ فرمائی، بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کھول کر تعلیمِ حق سنائی، اور اس پر بھی تنبیہ فرمادی کہ ﴿قَدۡ بَیَّنَّا لَکُمُ الۡاٰیٰتِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾[۱] "ہم نے تمھارے لیے آیتیں صاف کھول دی ہیں، اگر تمہیں عقل ہو"۔ مگر توبہ! کہاں عقل اور کہاں کان! یہ سب تو ودادِ ہُنود پر قربان! لاجَرم ان سب سے ہندوؤں کا اِستثناء کرنے کے لیے، بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآن عظیم میں تحریفیں کیں! آیات میں پیوَند جوڑے! پیشِ خویش واحدِ قہّار کو اِصلاحیں دیں!"[۲]۔ مسئلہ مُوالات کی مزید تفصیل "فتاوی رضویہ" "کتاب السیر میں مُوالات کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳) کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا فاضلِ بریلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دَور میں کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت ایک نیا مسئلہ تھا، عرب وعجم کے علماء، فقہاء اور مفتیانِ کرام اس میں پریشان تھے، ان میں سے بعض اسے قرض کی رسید قرار دیتے، اور بعض ثمنِ اصطلاحی کہتے (اور یہی نوٹ کی حقیقت ہے)۔ کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت مختلَف فیہ ہونے کے باعث اس کے ذریعے خرید وفروخت، مُعاملات اور زکات کی ادائیگی وغیرہ میں بھی علماء کا اختلاف رُونما ہوا۔

رشید احمد گنگوہی اور علّامہ عبد الحی لکھنوی فرنگی محلّی رحمہما اللہ تعالٰی وغیرہما نے کرنسی نوٹ

---

(۱) پ ٤، آل عمران: ١١٨.

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب السیر، مُوالات کی بحث، ۱۱/ ۴۹۰۔

کو مال یا سونے چاندی کا بدل ماننے سے انکار کیا، بلکہ اسے محض قرض کی رسید قرار دیا۔
رشید احمد گنگوہی کا مَوقف یہ تھا کہ "نوٹ وثیقہ(Agreement) اس روپے کا ہے جو خزانۂ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثلِ تمسّک کے، اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار(Government) سے بدلا سکتے ہیں، اور اگر گم ہو جائے تو تو بشرطِ ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں، اگر نوٹ مبیع (مالِ تجارت) ہوتا تو ہرگز مُبادلہ(Exchange) نہیں ہو سکتا تھا، دنیا میں کوئی مبیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری(Buyer) کے اگر نقصان یا فنا ہو جائے، تو بائع (Seller) سے بدل لے سکیں؟! پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس (Coins) کے نہیں ہے، فلوس مبیع ہے، اور نوٹ نقدیں، ان میں زکاۃ نہیں، اگر بہ نیّت تجارت نہ ہوں، اور نوٹ تمسک ہے، اس پر زکاۃ ہوگی، اکثر لوگوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ کو مبیع سمجھ کر زکات نہیں دیتے، کاغذ کو مبیع (بکنے کی چیز) سمجھ رہے ہیں، (یہ) سخت غلطی ہے"[1]۔

علّامہ عبد الحی لکھنوی صاحب نے بھی اس مسئلہ پر ایک فتویٰ لکھا کہ "نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن (مال) نہیں، مگر عُرفاً حکمِ ثمن میں ہے"[2]۔

اس سلسلے میں جب مکّہ مکرّمہ کے مفتیٔ حنفیہ حضرت علّامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکّی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے رُجوع کیا گیا، تو انہوں نے اپنا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ "علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے، مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں"[3]۔

---

(۱) "فتاوی رشیدیہ" کتاب الزکاۃ، نوٹ پر زکاۃ کا حکم، ۲/ ۱۴۰۔

(۲) "مجموعۃ الفتاویٰ" کتاب البیوع، استفتاء:۱۲۶، ۱/۲۷۷۔

(۳) "سوانح اعلیٰ حضرت" مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ، ص۳۰۶۔

فقیہِ اعظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جب مکّہ مکرّمہ حاضر ہوئے، تو علمائے مکّہ مکرّمہ نے کرنسی نوٹ کے بارے میں بارہ ۱۲ سوالات آپ کے سامنے پیش کرکے، جواب مَرحمت فرمانے کی درخواست کی، وہ بارہ ۱۲ سوالات یہ ہیں:

(۱) کرنسی نوٹ مال ہے یا دستاویز کی طرح کوئی سَنَد؟ (۲) جب کرنسی نوٹ بقدرِ نصاب ہو، اور اس پر سال گزر جائے، تو اس پر زکات واجب ہوگی یا نہیں؟ (۳) کیا اسے مہر میں مقرّر کرسکتے ہیں؟ (۴) اگر کوئی کرنسی نوٹ کو محفوظ جگہ سے چُرائے تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا یا نہیں؟ (۵) اگر کوئی اسے تلف کردے تو عوض میں اسے نوٹ ہی دینا ٹھہرے گا یا دراہم؟ (۶) کیا روپوں یا اشرفیوں یا پیسوں کے عِوض اس کی خرید وفروخت جائز ہے؟ (۷) اگر اس نوٹ کے بدلے کپڑا خریدیں تو یہ بیع مطلق ہوگی یا مُقایَضہ؟ (۸) کیا کرنسی نوٹ کو قرض کے طَور پر دینا جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے تو ادا کرتے وقت نوٹ ہی دیا جائے گا یا دراہم؟ (۹) دراہم کے بدلے اُدھار میں نوٹ کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰) کیا کرنسی نوٹ میں بیع سَلَم جائز ہے، یوں کہ روپے پیشگی دیے جائیں کہ ایک مہینے بعد اس قسم کا اَور ایسا نوٹ لیا جائے گا؟ (۱۱) کیا یہ جائز ہے کہ جتنی رقم اس میں لکھی ہے اس سے زائد کو بیچا جائے، مثلاً دس ۱۰ کا نوٹ بارہ ۱۲ یا بیس ۲۰ کو؟ یا اسی طرح اس سے کم؟ (۱۲) اگر یہ جائز ہے تو کیا یہ بھی جائز ہوگا کہ جب زید عَمرو سے دس ۱۰ روپے قرض لینا چاہے، تو عَمرو کہے کہ دراہم تو میرے پاس نہیں ہیں، ہاں میں دس ۱۰ کا نوٹ بارہ ۱۲ میں، سال بھر کی قسط بندی پر تیرے ہاتھ بیچتا ہوں، اس طرح کہ تو ہر مہینے ایک روپیہ دیا کرے؟ کیا اس کو منع کیا جائے گا کہ یہ سُود کا حیلہ ہے؟ اور

اگر اس کو منع نہ کیا جائے تو اس میں اور سُود میں کیا فرق ہے؟ کہ یہ حلال ہو اور وہ حرام! حالانکہ مآل (نتیجہ) دونوں کا ایک ہے، یعنی زیادتی کا ملنا[1]۔

امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے سفرِ حج کے دَوران ہی ان تمام سوالات کے محققانہ جوابات پر مشتمل ایک رسالہ "كِفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهِم" تحریر فرمایا، اور سارے عالَمِ اسلام کو درپیش مشکل سے نَجات دلائی۔ جب اس رسالہ کی پروف ریڈنگ (Proof Reading) کے لیے امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کتب خانۂ حرمِ مکّی پہنچے، تو وہاں موجود مفتیٔ حنفیہ سیّد عبد اللہ بن صدیق رحمہ اللہ تعالی علیہ کو "كفل الفقيه" کے مُسودّہ (First Copy) کا مُطالعہ کرتے پایا، جب وہ امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کے نقل کردہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی علیہ کے اس قول پر پہنچے کہ "لو باع كاغذةً بألفٍ يجوز ولا يُكرَه"[2] "اگر کوئی شخص کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے" تب وہ بے ساختہ پکار اٹھے، اور اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے بولے: "أين جمالُ بن عبد الله مِن هذا النص الصريح؟!"[3] یعنی "جمال بن عبد اللہ اس واضح دلیل سے کہاں غافل رہ گئے؟!"۔

امامِ اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے کرنسی نوٹ کو "ثمنِ اصطلاحی" قرار دیتے ہوئے جب اس کی فقہی حیثیت متعیّن فرمائی، اور اس پر اپنی تحقیقِ انیق کو اہلِ علم کے سامنے پیش

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب البیوع، باب الرِبا، رسالہ "كِفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهِم" ۱۲/ ۶۳۳، ۶۳۴۔

(۲) "فتح القدير" كتاب الكفالة، ۷/ ۲۱۲.

(۳) "سوانحِ اعلیٰ حضرت" "مولانا عبد اللہ بن صدیق مفتی حنفیہ، ص۳۰۶۔

کیا، تو عالَمِ اسلام کے تمام متبحر اور جیّد علمائے دین نے اسے بشرحِ صدر قبول کیا، اور اس کی اہمیت وعظمت کا اعتراف کیا۔ مکّہ مکرّمہ کے ایک فاضلِ جلیل مُحافظ کتبِ حرم سیّد اسماعیل ابن سیّد خلیل رحمۃ اللہ علیہما نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ "میں اللہ تعالی کی قسم کھا کر کہتا ہوں! کہ اگر اس فتویٰ (کرنسی نوٹ سے متعلق تحقیق) کو امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالی عنہ دیکھتے، تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، اور اس مؤلِّف (امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کو اپنے اصحاب (امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہما) کے زُمرے میں شامل فرماتے"[1] ع

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ جو قبلہ اہلِ قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو!

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے صرف نوٹ کی فقہی حیثیت ہی متعیّن نہیں فرمائی، بلکہ اسے نوٹ کی رسید یا ثمنِ عُرفی کہنے والے رشید احمد گنگوہی اور علّامہ عبد الحی لکھنوی فرنگی محلّی رحمہ اللہ تعالی کا انتہائی شرح وبسط کے ساتھ رَدّ بھی فرمایا، اور اس سلسلہ میں "كاسِر السفيه الواهم في إبدال قرطاس الدراهم" کے نام سے بطور تتمۂ "كفل الفقيه" ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا، اس رسالہ میں رشید احمد گنگوہی کا رَدّ کرتے ہوئے سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "ہر عاقل جانتا ہے کہ تمسک ایک معیّن مثلاً زید کی طرف سے دوسرے معیّن مثلاً عَمرو کے لیے ہوتا ہے، کہ اگر زید عَمرو کے دَین سے منکِر ہو، تو عَمرو بذریعہ تمسک اس سے وصول کرسکے، تمسک اس لیے نہیں ہوتا کہ عَمرو جہاں چاہے جس ملک میں چاہے جس شخص سے چاہے اس کے دام وصول کرلے! زید کے پاس عَمرو، بکر، خالد، ولید دنیا بھر کا

(۱) "امام احمد رضا کا فقہی مقام" فقیہ کا مقام، ص۱۳۸۔

کوئی شخص اسے لے کر آئے، یہ اُسے دام تھمادے، بلکہ زید و عَمرو دائن و مدیون دونوں بالائے طاق رہیں، تیسرا شخص اجنبی چوتھے شخص نرے بیگانے کو دے کر اس سے دام لے لے، دنیا میں کوئی تمسک بھی ایسا سنا ہے؟! اور نوٹ کی حالت یقیناً یہی ہے کہ جو چاہے جہاں چاہے اگرچہ غیر ملک غیر سلطنت ہو، جبکہ یہاں کا سکہ اس سلطنت میں چلتا ہو، جس شخص سے چاہے اس کے دام لے لے گا، یہ حالت یقیناً مال کی ہے نہ کہ تمسک کی! تو اسے تمسک کہنا کیسا اندھا پن ہے! بلکہ وہ بالیقین مال ہے سکہ ہے، ولكن العميان لا يبصرون!"[1]۔

اسی طرح نوٹ کو عُرفاً حکمِ ثمن (مال) میں شمار کرنے والے علّامہ عبد الحی لکھنوی کے مَوقف کا رَد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "اگر یہ مراد کہ اہلِ عرف اس کے لیے ثمن کے جملہ اَحکامِ شرعیہ ثابت کرتے ہیں تو صریح غلط، بلکہ عامّہ اہلِ عُرف ان اَحکام سے آگاہ بھی نہیں! بلکہ یہ عُرف مؤمنین و کافرین میں مشترک، اور اگر یہ مقصود کہ ثمن سے جو اَغراضِ اہلِ عُرف متعلق ہیں، ان سب میں نوٹ کو اس کا قائم مقام سمجھتے ہیں جب بھی غلط؛ ثمن کے مقاصد سے ایک عمدہ مقصد لباس میں تزیُّن، ظروف وغیرہا میں تجمُّل ہے، اور نوٹ ہرگز اس میں قائم مقامِ ثمن نہیں، اور اگر یہ مطلب کہ ثمن کے بعض اَغراض، یعنی تموُّل اور حوائج تک اس کے ذریعہ سے توسُّل میں نائب مناب جانتے ہیں، تو ثمنِ اصطلاحی کے معنی ہی یہ ہیں، کہ اہلِ عُرف اپنی اصطلاح سے ان اَغراض میں اسے مثلِ ثمن کام میں لائیں، پھر اس سے جملہ اَحکامِ شرعیہ ثمن کا ثبوت کیونکر ہوگیا؟! کیا ثمنِ

---

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب البیوع، باب الرِبا، رسالہ "كاسر السفيه الواهِم في اِبدال قرطاس الدراهم" ۱۲/ ۷۴۰-۷۴۱۔

خلقی واصطلاحی میں شرعاً فرقِ اَحکام نہیں!""[1]۔

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے مذکورہ بالا رسالہ "فتاوی رضویہ" "کتاب البیوع کے باب الرِبا میں ملاحظہ فرمائیں[2]۔

(۱۴) عُرف، تعامُل اور توارُث سے متعلق فقہی ضوابط

دلائلِ فقہ بنیادی طَور پر چار ہیں: (۱) قرآن (۲) سنّت (۳) اِجماع (۴) قیاس۔ البتہ بعض اَحوال میں (۵) عُرف (۶) تعامُل (۷) اور توارُث بھی دلائلِ فقہ سے شمار ہوتے ہیں۔ امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اپنے اجتہاد کی بناء پر مؤخَّر الذِکر تینوں دلائلِ فقہ، یعنی عُرف، تعامُل اور توارُث سے متعلق بھی فقہی ضابطے مرتَّب فرمائے، عُرف وتعامُل سے متعلق امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ کو فقہی ضوابط وضع کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے خود سیّدی اعلیٰ رحمہ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا: "وقد كنتُ أرى في الباب مَباحثَ "الأشباه" وكلماتِ"ردّ المحتار" من مَواضع عديدةٍ، فلا أجدُ فيها ما يفيد الضبطَ ويزول به الاضطرابُ والخبطُ، وكان العلّامةُ الشامي كثيراً ما يُحيل المسألةَ على رسالته "نَشر العرف" فكنتُ تواقاً إليها مثل جميل إلى بثينه، فلمّا رأيتُها وجدتُها أيضاً لم يتحرّر لها ما يكفي ويَشفي، ولم يتخلص فيها ما ترتبط به الفروعُ، وتأخذ كلماتُ الأئمّة بعضُها حجزَ بعض، ولكن ببركة مطالعتها في تلك الجلسة فتح"[3].

---

(۱) ایضاً، ص۴۸۷۔

(۲) ایضاً، ص۳۷۷-۴۷۷۔

(۳) "فتاوی رضویہ" "کتاب الاِجارہ، رسالہ "المُنى والدُّرر لمن عمَدَ مَنِي آرْڈَر " ۱۴/ ۲۸۵۔

"میں اس مسئلہ میں "اَشباہ" کی بحثوں اور متعدّد مقامات سے "ردالمحتار" کے کلمات دیکھتا، تواُن میں کوئی ایسی جامع بات نہیں ملی جو عُرف کی تمام صورتوں کو سمیٹ لے، اور ان کے مابین بظاہر جو اِضطراب وانتشار ہے وہ دُور ہو جائے، علّامہ شامی قدّس سرّہٗ زیادہ تر اپنے رسالہ "نشر العرف" کے حوالے دیتے، اس لیے میں اس کی زیارت کا اس طرح مشتاق تھا جیسے اونٹنی اپنے بچے کی۔ پھر میں نے جب وہ رسالہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں بھی مسائلِ عُرف کی تنقیح کافی وشافی طَور پر نہیں ہے، اور اس میں کوئی ایسا واضح ضابطہ بھی نہیں جس سے فُروع اور کلماتِ ائمہ میں ربط و تطبیق پیدا ہو سکے، ہاں اس رسالے کے مُطالعہ کی برکت سے اسی نشست میں خدائے فتّاح کی طرف سے قلبِ فقیر پر ایسے ضابطے عیاں ہوئے، جو مسائلِ عُرف کے جامع اور کافی وشافی تھے"[(۱)]۔ امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عُرف وتعامُل سے متعلق جو فقہی ضابطے مرتَّب فرمائے، انہیں منی آرڈر[(۲)] سے متعلق رسالہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے!۔

جہاں تک توارُث کی بات ہے، تو توارُث وہ اَمر ہے جو عہدِ رسالت سے سلَفاً عن خلَف معمول بہ چلا آیا ہو[(۳)]۔ امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ "شمائم العنبر" میں فرماتے ہیں: "إنّما التوارُثُ التعاملُ في جميع القُرون، ...قال المحقق

---

(۱) "امام احمد رضا اور فقہی ضوابط کی تدوین" عُرف اور تعامُل کے حجت ہونے کے سلسلے میں فقہی ضابطے، ص۱۳۔

(۲) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الاِجارہ، رسالہ "المُنى والدُّرر لمن عمَدَ مَنِي آرْڈَر" ۲۶۱/۱۴- ۲۸۵۔

(۳) "امام احمد رضا اور فقہی ضوابط کی تدوین" توارُث کے تعلق سے فقہی ضابطے، ص۱۹۔

حيث أُطلق في "فتح القدير" مسألة الجهر في الأُولَيَين والإخفاء في الأُخريَين: قوله: (هذا هو المتوارِث)[1] "يعني أنّا أخذنا عمَّن يلينا الصّلاةَ هكذا فعلاً، وهُم عمَّن يليهم كذلك، وهكذا إلى الصحابة ﷺ، وهُم بالضرورة أخذُوه عن صاحب الوحي ﷺ، فلا يحتاج إلى أن ينقلَ فيه نصٌّ معيّنٌ"[2] اهـ. "توارُث تمام قَرنوں کے تعامُل کا نام ہے، محقق علی الاِطلاق "فتح القدیر" میں فرماتے ہیں کہ "پہلی دو ۲ رکعتوں میں قراءت جہری (بلند آواز سے) اور آخری دو ۲ رکعتوں میں سرّی (آہستہ آواز سے) ہی متوارِث ہے، یعنی ہم نے یہ طریقہ اپنے باپ دادا سے لیا ہے، اور انہوں نے اسے اپنے بزرگوں سے اَخذ کیا ہے ...ایسے ہی صحابۂ کرام تک، اور انہوں نے صاحبِ وحی ﷺ سے سیکھا، لہذا اس کے واسطے کسی نصِ معیّن کی ضرورت نہیں"۔

محقق علی الاِطلاق امام ابن ہُمام رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل فرمانے کے بعد، امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فهذا معنى التوارُث المحتَجّ به شرعاً مطلقاً، المستغني عن إبداء سَندٍ خاصٍّ"[3]. "یہی توارُث کے وہ معنی ہیں جس سے شرعًا دلیل پکڑنا درست ہے، اور جس کی سَند ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں"۔ توارُث

---

(١) "الهداية" كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل في القراءة، الجزء ١، صـ٦٦.

(٢) "الفتح" كتاب الصّلاة، باب صفة الصّلاة، فصل في القراءة، ١/ ٢٨٣.

(٣) "فتاوی رضویہ" "کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، رسالہ "شمائم العنبر في أدب النداء أمام المنبر" ٦/ ٤٥٨، ملتقطاً۔

سے متعلق ان فقہی ضوابط کی تفصیل امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے رسالہ "شمائم العنبر" میں ملاحظہ میں فرمائیں !۔

(۱۵) منی آرڈر فیس

سیّدی اعلیٰ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو کم وبیش پچاس ۵۰ علوم پر اعلیٰ درجے کا کمال حاصل تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جس علم وفن پر قلم اٹھایا اس میں اِضافات اور مزیدات کی صورت میں اپنی سِیادت واِمامت کے گہرے نُقوش چھوڑے، نیز اُن علوم وفنون میں متعلقہ موضوع کے علاوہ، اِلٰہیات، ریاضیات، اسماء الرجال، مسائلِ کلامیہ، فوائدِ اُصولیہ اور رسم المفتی وغیرہم پر بھی گرانقدر اَبحاث فرمائیں، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی خدا داد اجتہادی صلاحیتوں کی بنیاد پر، اپنے زمانہ کے نَوپید اور لاینحل مسائل کے ایسے پُر مغز، مدلّل اور تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے، کہ انہیں دیکھ کر امام ابن ہُمام اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہما کی یاد تازہ ہو جاتی ہے !۔

علاوہ ازیں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے ائمۂ مذہب کے وضع کردہ اُصول وقواعد کی رَوشنی میں، بعض ایسے مسائل کا حکم بھی اِستنباط فرمایا، جن کے بارے میں امام اَعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کوئی صریح روایت نہیں ملتی، اور ایسا کرنا اسی کی شان ہے جو "مجتہد فی المسائل" ہو۔ منی آرڈر کی فیس کا مسئلہ بھی انہی غیر منصوص مسائل میں سے ہے، امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نہ صرف اس مسئلہ کی تحقیق وتوضیح فرمائی، بلکہ اس موضوع پر باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ "المُنی والدُّرر لمن عمَدَ مَنِي آرْڈَر" بھی تحریر فرمایا، نیز اس میں عُرف وتعامُل سے متعلق فقہی ضوابط بھی بیان فرمائے !۔

اس مسئلہ کا پس منظر یہ ہے کہ بعض علماء نے منی آرڈر پر وُصول کی جانے والی فیس کو سُود قرار دیتے ہوئے، اس کی حُرمت کا فتوی دیا، کام کاج کے سلسلے میں اپنے گھربار سے دُور محنت کش طبقہ، اس فتویٔ حُرمت کے باعث بڑا پریشان ہوا، کہ اب اپنے گھر والوں کو پیسے کیسے بھیجیں؟! پریشانی کی بات یہ تھی کہ اگر خود دینے جائیں تو ساری تنخواہ آنے جانے کے کرایہ میں صَرف ہو جائے گی، اور اگر منی آرڈر کریں تو سُودی لین دَین کے باعث گنہگار ہوں گے! کسی نے یہ ساری صورتحال امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو ایک استفتاء کی صورت میں لکھ بھیجی، امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے انتہائی مدلّل انداز میں منی آرڈر کی حُرمت کے قائلین کا ردِّ بلیغ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ "اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں: "یہ رِبا ہے، دو آنے دس کے عِوض دس ملتے ہیں"، مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے اتنی خبر نہیں کہ دو۲ آنے کاہے کے دیے جاتے ہیں؟ شاید انہیں معلوم نہیں کہ ڈاکخانہ ایک اجیرِ مشترک کی دکان ہے، جو بغرض تحصیلِ اُجرت کھولی گئی ہے، دو۲ آنے قطعًا وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اُجرت ہیں، جیسے لفافہ پر اور پارسل پر ۴ آنہ وغیر ذلک، اس کو تو کوئی عاقل رِبا (سُود) خیال ہی نہیں کرسکتا! یہ ہرگز نہ اس کا مُعاوضہ، نہ زنہار دینے والوں میں کسی کو اس روپیہ کے مُعاوضہ میں کمی بیشی مقصود"[1]۔

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ "یقینًا اُجرت میں دینے والے اُجرت ہی سمجھ کر دیتے، لینے والے اُجرت ہی جان کر لیتے ہیں، ہرگز کسی کے خواب میں

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الاِجارہ، رسالہ "المُنى والدُّرر لمن عمَدَ مَنِي آرْڈَر" ۱۴/ ۲۶۴۔

بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ ۲ آنے سُود کے ہیں، جو اُلٹا مدیون دائن سے لیتا ہے، ڈاکخانے کی اصل وضع ہی اس قسم کے اِجارات کے لیے ہے، تو یہاں عقدِ اِجارہ کا تحقُّق اور ان داموں کا اُجرت ہونا، اصلاً محلِ تردُّد نہیں "(۱)۔

(۱۶) جانور میں پیدائشی عیب پر، دو مختلف اَقوال میں سے قولِ راجح

جس جانور کے پیدائشی کان دُم نہ ہوں، اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو ۲ مختلف قول ہیں: (۱) ایک قول سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا ہے، (۲) اور دوسرا سیّدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک ایسے جانور کی قربانی جائز، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ سیّدی اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملّت رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمائی، اور پانچ ۵ وُجوہ سے عدمِ جواز کو ترجیح دی، جو حسبِ ذَیل ہیں:

"**اوّلاً:** متون وشُروح نے عدمِ جواز پر جزم کیا، اور قولِ خلاف کا نام نہ لیا۔

ثانیاً: یہی قضیۂ حدیث ہے۔ **ثالثاً:** اس کی وجہ اَظہر واَزہر ہے۔ اِیراثِ نقص میں عدمِ طاری واصلی میں تفرِقہ کی کوئی وجہ ظاہر نہیں (یعنی ایسا کَن کٹا جانور جس میں پیدائشی طور پر نقص نہیں تھا بعد میں لاحق ہوا، اس کی قربانی ناجائز ہے، تو پھر وہ جانور جس کے پیدائشی طور پر کان ہی نہ ہوں، اس کی قربانی کیسے جائز ہو؟ یہ فرق ناقابلِ فہم ہے)۔

رابعاً: یہی اکثر کتب میں ہے۔ **خامساً:** یہی اَحوَط ہے تو بوُجوہ اسی کو ترجیح، اور اسی پر اعتماد وعمل وفتویٰ واجب "(۲)۔

---

(۱) اَیضاً، ص۲۶۵۔

(۲) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الأضحیۃ، جس جانور کی اصل پیدائش میں کان اور دُم نہ ہوں، ۱۴/ ۶۳۰، ۶۳۱، ملتقطاً۔

ان مثالوں میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے دو ۲ مختلف اَقوال میں سے ایک کو قولِ راجح قرار دیا، اور وُجوہِ ترجیح بھی بیان فرمائیں۔ اہلِ علم خوب جانتے ہیں کہ ائمۂ مذہب یا متقدّمین کے دو یا دو سے زائد اَقوالِ مختلفہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا مجتہد ہی کا کام ہے!۔

(۱۷) باپ پر بیٹے کا حق

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے استفتاء کیا گیا کہ باپ پر بیٹے کا کیا حق ہے؟ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اس موضوع پر بھی باقاعدہ ایک رسالہ "مشعلة الإرشاد في حقوق الأولاد" تحریر فرمایا، اور اس میں اولاد (بیٹا بیٹی) کے کُل اسّی ۸۰ حقوق بیان کیے، یہ رسالہ "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، حقوقِ اولاد سے متعلق اتنی تفصیل کسی اَور کتاب میں ملنا مشکل ہے!۔

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس رسالہ کے آخر میں اولاد کے ان حقوق کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ " یہ اسّی ۸۰ حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیثِ مرفوعہ سے خیال میں آئے، ان میں اکثر تو مستحبات ہیں جن کے ترک پر اصلاً مُؤاخذہ نہیں، اور بعض کا آخرت میں مطالبہ ہو، مگر دنیا میں بیٹے کے لیے باپ پر گرفت وجبر نہیں، نہ بیٹے کو جائز کہ باپ سے جِدال ونزع کرے، سوا چند حقوق کے، کہ ان میں جبر حاکم وچارہ جُوئی واعتراض کو دخل ہے"[۱]۔

اولاد کے جن حقوق پر مُؤاخذہ ہے ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے، سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مزید ارشاد فرمایا: (۱) "نفقہ کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے، تو

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "مشعلة الإرشاد في حقوق الأولاد" ۱۵/ ۲۶۱۔

حاکم جبراً مقرّر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا، حالانکہ فُروع کے اَور کسی دَین میں اُصول محبوس نہیں ہوتے۔ (٢) رضاعت کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا واجب، نہ دے تو جبراً لی جائے گی جبکہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یونہی ماں بعد طلاق ومرورِ عدّت بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی۔ (٣) حضانت (یعنی بچے کی پرورش) کہ لڑکا سات ٧ برس، لڑکی نو٩ برس کی عمر تک، جن عورتوں مثلاً ماں نانی دادی بہن خالہ پھپھی کے پاس رکھے جائیں گے، اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے، تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی۔ (٤) بعد انتہائے حَضانت بچہ کو اپنی حفظ وصِیانت میں لینا باپ پر واجب ہے، اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا۔ (٥) ان کے لیے ترکہ باقی رکھنا کہ بعد تعلق حقِ وَرَثہ، یعنی بحالت مرض الموت مورِث اس پر مجبور ہوتا ہے، یہاں تک کہ ثُلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازتِ وَرَثہ نافذ نہیں۔ (٦) اپنے بالغ پسر خواہ دُختر کو غیر کفو سے بیاہ دینا، یا مہرِ مثل میں غبنِ فاحش کے ساتھ، مثلاً دختر کا مہرِ مثل ہزار ہے، پانسو پر نکاح کر دیا، یا بہو کا مہرِ مثل پانسو ہے، ہزار باندھ لینا، یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دُختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نَسَب یا پیشہ یا اَفعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو، جس کے باعث اس سے نکاح مُوجبِ عار ہو، ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے جبکہ نشہ میں نہ ہو، مگر دوبارہ اپنے کِسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہو گا۔ (٧) ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے، کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں، سلطانِ اسلام انہیں مجبور کرے

گا، نہ مانیں گے تو اُن پر جہاد فرمائے گا"[١]۔

(١٨) سجدۂ تعظیمی کی حرمت

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک بے مثال فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مصلحِ امّت بھی ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے دَور میں پائی جانے والی سینکڑوں بدعات وخُرافات کا سختی سے قلع قمع فرماکر، مسلمانوں کے عقائد واَعمال کی اصلاح فرمائی، انہی بدعات میں سے ایک سجدۂ تعظیمی بھی ہے، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت میں "الزُّبدة الزَّكية لتحريم سُجود التحيّة"[٢] نام سے باقاعدہ ایک مبسوط رسالہ تحریر فرمایا، اور اس میں متعدّد آیاتِ قرآنیہ، چالیس ۴۰ اَحادیثِ مبارکہ اور تقریبًا ڈیڑھ سو فقہی نُصوص سے ثابت کیا کہ "عبادت کی نیّت سے غیرُ اللہ کو سجدہ کرنا کفر وشرک ہے، جبکہ احترام وتعظیم کی نیّت سے ہو تب بھی حرام ہے"۔ اسی رسالۂ مبارکہ میں ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ "مسلمان اے مسلمان! اے شریعتِ مصطفوی کے تابعِ فرمان! جان اور یقین جان! کہ سجدہ حضرت -عزّتْ جلالُہ- کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اِجماعًا شرکِ مہین وکفرِ مبین ہے! اور سجدۂ تحیت (تعظیمی) بھی حرام وگناہِ کبیرہ بالیقین (ہے)"[٣]۔

ایک مجتہد کا کام صرف فقہی مسائل بیان کرنا ہی نہیں ہوتا، بلکہ مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح بھی اس کے منصب کا تقاضا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام اہلِ سنّت

---

(١) ایضًا، ص٢٦١، ٢٦٢۔

(٢) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، رسالہ "الزُّبدة الزَّكية" ١٥/٤٩٥-٥٧٣۔

(٣) ایضًا، ص٤٩٨۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت سے متعلق اتنا جامع اور مفصّل کلام فرمایا، کہ سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر ایک ہی جگہ اتنا کثیر وعمدہ مواد شاید ہی کسی اَور کتاب میں آپ کو نظر آئے!۔

(۱۹) عقیدۂ خلقِ قرآن کا رَدّ

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمُ الکلام میں بھی بڑی مہارت رکھتے ہیں، علمُ الکلام پر آپ کی متعدِد تصنیفات اس بات پر شاہد عدل ہیں، کہ امام اہلِ سنّت ایک عدیم المثال متکلّم ومُناظر ہیں، آپ نے اللہ ورسول کے فضل وعطا اور اپنی مجتہدانہ صلاحیتوں سے، علمُ الکلام کی متعدّد لاینحل اَبحاث اور عُقدوں کی گرہیں کھولیں، اور متکلّمین ومُناظرین کے لیے اس راہ کو آسان کر دیا، انہیں پیچیدہ مسائل میں سے ایک مسئلہ، کلامُ اللہ کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کی بحث ہے، حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دَور میں، جب عقیدہ خلقِ قرآن کے اس فتنے نے سر اٹھایا، تب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے خلاف فتویٰ صادر کرتے ہوئے، قرآن کریم کو اللہ کا کلامِ اَزلی غیر مخلوق قرار دیا، اور یہی حق ہے، لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ یہ فتنہ بار بار سر اُٹھاتا رہا، اور علمائے متکلّمین کلمۂ حق بلند کرکے اس کا رَد فرماتے رہے۔

متکلّمین متاخرین کے لیے یہ مسئلہ مختلف اور پیچیدہ اَبحاث کی وجہ سے بڑی اُلجھن کا باعث بنا، انہوں نے معتزلہ کے کلامُ اللہ کے حُدوث پر پیش کیے گئے دلائل کا رَدّ کرنے کے لیے، کلام کو دو ۲ حصوں میں تقسیم کیا: ایک **کلامِ نفسی**، اور دوسرا **کلامِ لفظی**، اور ان میں قدیم وحادِث کی اصطلاحات وضع کیں، اس مسئلہ میں متاخرین متکلّمین اس اَمر کو سمجھنے میں ناکام رہے، کہ حادِث ہونا مخلوق کی صفت ہے تو پھر کلامِ الٰہی حادِث کیسے ہو سکتا ہے؟! امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متاخرین متکلّمین کی اس غلطی کی نشاندہی کرتے

ہوئے فرمایا کہ "ہم تو کلامِ باری میں لفظی ونفسی کا تفرِقہ مانتے ہی نہیں! ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں، یہ متاخرین متکلّمین کی غلطی ہے"[۱]۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اس مسئلہ پر ایک مبسوط رسالہ "أنوار المنّان في توحيد القرآن" بھی تحریر فرمایا، اور اس میں اَبحاثِ کلامیہ کے ساتھ ساتھ حضرت سیّدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام سے متعلق چند روایات کو بھی پیش کرکے، اس مسئلہ کی ایسی عمدہ تنقیح ووضاحت فرمائی، کہ تمام پیچیدہ عُقدے حل ہوگئے، اور مسئلہ خلقِ قرآن خوب واضح ہوگیا۔

اس رسالہ میں امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے کلامُ اللہ سے متعلق اہلِ سنّت کا جو عقیدہ بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کلام اللہ تعالی کی صفتِ قدیمہ ہے، اور ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ اَزَل سے اَبد تک قائم ہے، یہ صفتِ کلام نہ عینِ ذات ہے اور نہ غیرِ ذات، نہ خالق ہے نہ مخلوق، یہ کلام بعینہ وہی ہے جو ہم اپنی زبان سے پڑھتے، کانوں سے سنتے، تحریروں میں لکھتے اور اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں کہ وہ قرآنِ حکیم کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہے جو قرآن کریم پر دلالت کرتی ہے، بلکہ یہ سب تجلیاتِ قرآن کریم ہیں"[۲]۔

مجدّدِ دین وملّت شاہ احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی علیہ نے مذکورہ رسالہ کے آخر میں تنقیحِ مَبحث اور خلاصۂ کلام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "إن زعمتَ: أنّ القرآنَ حدثَ بحُدوث المكتوب أو المقروء، أو لم يَزل أصواتاً ونُقوشاً من

---

(۱) "الملفوظ" حصّہ چہارُم، ص۳۴۹۔

(۲) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، رسالہ "انوار المنّان فی توحید القرآن" ۱۵/۶۵۹، ملخصًا۔

الأزَل، فقد أخطأتَ الحقَّ بلا مرية! وإن زعمتَ: أنّ المكتوبَ المقروءَ ليس كلامَ الله الأزَلي، بل شيءٌ غيرُه يؤدِّي مُؤدّاه، فقد أعظمتَ الفِرْية! ولكن قُل: "هو القرآنُ حقّاً تطور به، وهكذا كلّما اعتراك شبهةٌ في هذا المجال فاعرضْها على حديث الفَحل، تنكشف لك جليّة الحال"(۱). "اگر تو یہ گمان کرے کہ قرآنِ کریم مکتوب یا مقروء کے حُدوث کی وجہ سے حادِث ہے، یا یوں کہے کہ قرآن نُقوش اور آوازوں کی صورت میں اَزَل سے ہے، تو تُو بے شک حق سے چُوک گیا! اور اگر یوں کہے کہ مکتوب مقروء اللہ کا کلامِ اَزَلی نہیں، بلکہ ایسی چیز ہے جو غیرِ قرآن ہے اور اس کا معنی ادا کرتی ہے، تو بے شک تُو نے بڑا جھوٹ بولا! ہاں یوں کہو کہ "حقیقت میں یہ وہی قرآن ہے جو اُن صورتوں میں جلوہ گر ہے"، ایسے ہی جب بھی کوئی شُبہ تجھے اس مقام میں لگے، تو اس کو "حدیثِ فحل" (اونٹ والے قصے) پر پیش کر، تیرے اوپر روشن حالت منکشِف ہو جائے گی!"(۲)۔

(۲۰) نظریۂ سکونِ زمین

زمین ساکن ہے یا متحرک؟ اس بارے میں ائمۂ مذہب سے کوئی صریح روایت نہیں ملتی، مگر جب امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس سلسلے میں استفسار کیا گیا، تو امام نے "نُزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان" کے نام سے ایک مدلّل ومبسوط رسالہ تحریر فرمایا، اور اس میں متعدّد آیاتِ قرآنیہ، کتبِ تفاسیر اور لُغات کے ذریعے ثابت کیا کہ

---

(۱) ایضاً، ص۶۸۷۔

(۲) "انوار المنان فی توحید القرآن" مترجم، تنقیحِ مبحث وخلاصۂ کلام، ص۷۶۔

"زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں، کَواکب چل رہے ہیں"[۱]۔ صرف یہی نہیں بلکہ "معینِ مبین بہر دَورِ شمس وسکونِ زمین"[۲] اور "فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین"[۳] کے نام سے دو ۲ رسالے تحریر فرمائے، جن میں قرآن وحدیث کے علاوہ سینکڑوں سائنسی دلائل کے ذریعے، حرکتِ زمین سے متعلق نیوٹن (Newton) اور گلیلیو (Galileo) جیسے نامور سائنسدانوں کے نظریات کا ردِّ بلیغ فرمایا۔ ع

اے رضا روز ترقی پہ ہے چرچا تیرا اَوجِ اعلیٰ پہ چمکتا ہے ستارا تیرا

اہلِ سنّت کے دِلوں میں ہے محبت تیری دشمنِ دیں کو سَدا رہتا ہے کھٹکا تیرا

(۲۱) علمِ توقیت کے مُوجِد

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ علمِ توقیت (Reckoning of Time) اور علمِ تکسیر (Fractional Numeral Maths) میں کمال درجہ مہارت رکھتے ہیں، خلیفۂ اعلیٰ حضرت علّامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان علوم میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مہارت سے متعلق فرماتے ہیں کہ "ہیئت ونجوم میں کمال کے ساتھ علمِ توقیت میں کمال توحدِ ایجاد کے درجہ پر تھا، یعنی اگر اس فن کا مُوجِد (Inventor) کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا! علماء نے جستہ جستہ اس (علمِ توقیت) کو مختلف مقامات پر لکھا ہے، جب میں نے اور میرے ساتھی مولوی سیّد غلام محمد بہاری، مولانا مولوی حکیم سیّد شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی،

(۱) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" کتاب الرد والمناظرۃ، رسالہ "نُزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان" ۲۲/ ۲۴۰۔

(۲) ایضًا، ص۲۶۳۔

(۳) ایضًا، ص۲۷۵۔

مولوی سیّد محمد جان بریلوی، حجۃ الاسلام صاحبزادہ والا جاہ مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی، (اور) مولوی نواب مرزا صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا، تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے، اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے، اسی کو ہم لوگ لکھ لیتے، اور اسی کے مطابق عمل کرکے اوقاتِ نصف النہار، طلوع و غروب، صبحِ صادق، عشاء، ضحوۂ کبریٰ، عصر نکالتے، پھر میں نے ان سب (قواعدِ توقیت) کو ایک کتاب میں جمع کرکے پوری توضیح و تشریح کے ساتھ، مع مثال بلکہ اَمثلہ لکھ کر اس کا نام "الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت" المعروف بہ "توضیح التوقیت" رکھا، الحمد للہ یہ رسالہ مطبع نعیمی مراد آباد سے چھپ کر شائع ہو گیا ہے، اور اس سے بہت سے لوگوں نے اس علم (توقیت) کو سیکھا ہے"[1]۔

(۲۲) علمِ تکسیر میں درجۂ اجتہاد اور کمال مہارت

اَعداد کو تقسیم کر کے تعویذ کے خانوں میں اس طرح لکھنا کہ ہر طرف کا مجموعہ برابر ہو، اسے تکسیر (Fractional Numeral Maths) کہتے ہیں، یہ وہ فن ہے جس کے جاننے والے رُوئے زمین سے تقریبًا معدوم و مفقود ہو چکے ہیں، مگر امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس فن میں بھی کمال مہارت رکھتے ہیں، آپ کی مہارت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تعویذ کے ان خانوں کو دو ہزار تین سو (۲۳۰۰) طریقوں سے لکھنا جانتے ہیں، جبکہ فنِ تکسیر کے دیگر ناموَر ماہرین پندرہ بیس طریقوں سے لکھ کر ہی پھولے نہیں سماتے۔

---

(۱) "حیاتِ اعلیٰ حضرت" ہیئت و توقیت وغیرہ میں کمال، ۱/ ۱۴۲، ۱۴۳، ملتقطاً۔

خلیفۂ اعلیٰ علّامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ علمِ تکسیر میں، ماہرِ علوم عقلیہ ونقلیہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مہارت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جملہ علوم وفنون کی طرح فنِ تکسیر سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی کو نہ صرف واقفیت ہی تھی، بلکہ اس فن میں کمال اور مہارت رکھتے تھے، بلکہ اگر مجتہد کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا!"[۱]۔

(۲۲۳) علمِ زیجات میں درجۂ کمال

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ علمِ زیجات(Astronomical Tables) میں بھی درجۂ کمال پر فائز ہیں، علمِ زیجات(Astronomical Tables) میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی کی مہارتِ تامّہ کا ذکر کرتے ہوئے، ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ "۱۹۹۲ء میں راقم کا علی گڑھ (ہندوستان) جانا ہوا، وہاں ہندوستان کے مشہور فاضل شبیر حسن غوری سے ملاقات ہوئی، جو علمِ زیجات میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی کے "حاشیہ زیج ایلخانی" پر کام کر رہے تھے، انہوں نے فرمایا کہ "اس فن (علمِ زیجات) میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی نے جو کچھ فرمایا ہے وہ مستعار (یعنی دیگر کتب سے اَخذ کردہ) نہیں، وہ ان کا اپنا (اجتہاد) معلوم ہوتا ہے"[۲]۔ اس فن میں بھی امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی نے ایک رسالہ تحریر فرمایا، جس کا نام "مسفر المطالع للتقویم و الطالع" ہے[۳]۔

اَربابِ عقلِ سلیم اور فقہی سُوجھ بُوجھ رکھنے والے علماء ومفتیانِ کرام، میری اس بات سے یقیناً اتفاق کریں گے، کہ ان مقدّماتِ عشرہ سمیت دیگر تمام غیر منصوص

---

(۱) "حیاتِ اعلیٰ حضرت "علمِ تکسیر میں مہارت، ۱/ ۱۴۵۔
(۲) ایضاً، ص۶۴۔
(۳) دیکھیے: "حیاتِ اعلیٰ حضرت "علمِ زیجات، ۲/ ۳۳۱۔

اَحکام (جن کا امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استخراج واِستنباط فرمایا) کے تفصیلی مُطالعہ سے دل ودماغ کی بند کھڑکیاں کھل جاتی ہیں، اور دل ودماغ بیک وقت اس بات کا برملا اعتراف کرتے ہیں، کہ موجودہ دَور میں امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمی طَور پر فکری بلندیوں کی حامل وہ شخصیت ہیں، جو طبقاتِ فقہاء میں تیسرے درجے کے مجتہد (مجتہد فی المسائل) ہیں، البتہ اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری دَور میں حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ طبقاتِ فقہاء کے دوسرے درجہ (مجتہد فی المذہب) پر فائز ہو چکے تھے، یہی وجہ ہے کہ سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُصول وفُروع میں اپنے ائمۂ کرام کے وضع کردہ قوانین وضوابط کی روشنی میں، غیر منصوص اَحکام کا اِستنباط فرما کر، امتِ مسلمہ کی مشکلات کو آسان کیا۔

اعترافِ حقیقت

اب وقت کا تقاضا اور ضرورت اس اَمر کی ہے، کہ اہلِ علم حضرات اور فقہاء ومفتیانِ کرام، آج امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیفات کا بغور مُطالعہ کریں، اور حضرت امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طرزِ استدلال، حلِّ اِشکالات، لغزش وخطا پر تنبیہات، مختلف اَقوال میں تطبیق، قرآن وسنّت پر نظر کی گہرائی وگیرائی، علومِ حدیث میں کمال وُسعت، فقہی مسائل سے اِجمال واحتمال دُور کرنے کی مہارت، فقہی روایات میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی صلاحیت، اَقوی، قوی اور ضعیف رَوایات میں تمیز کی قدرت، اور قواعد میں اپنے امام کی مخالفت کیے بغیر غیر منصوص اَحکام کا اِستنباط، اور انہیں حل کرنے کی اہلیت کو اُجاگر کریں، اور طبقاتِ فقہاء (مجتہدین) میں ان کے مقام ومرتبہ کا تعیُّن واعتراف کریں؛ تاکہ امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی علمی ودینی خدمات کے باعث جس بلند مقام ومرتبہ کے حقیقی وصحیح حقدار ہیں، انہیں وہ مقام دے کر اُس علمی زیادتی کا

اِزالہ کیا جا سکے، جو گزشتہ ایک صدی سے امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ خواہی نخواہی رَوا رکھی گئی ہے!۔

اللہ ربّ العالمین حضرت امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے، اور ہمیں ان کے فُیوض وبرکات سے ہمیشہ مستفید ہونے کی توفیق مَرحمت فرمائے، آمین یاربّ العالمین!۔

وصلّى الله تعالى على خير خلقِه ونورِ عرشِه، سيِّدنا ونبيّنا وحبيبنا وقرّة أعيُننا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين وبارَك وسلَّم، والحمد لله ربّ العالمين!.

مآخذ و مراجع

مآخذ ومراجع

المصادر المخطوطة

باللغة العربية

- رسالة طبقات الفقهاء، لابن كمال باشا (ت٩٤٠هـ).
- رسالة في التوريث، لابن كمال باشا (ت٩٤٠هـ)، ضمن مجموعة رسائله.
- الفتاوى الظهيرية، ظهير الدّين البخاري (ت٦١٩هـ).
- الوقاية، عبيد الله بن مسعود المحبوبي (ت٧٤٥هـ).

مآخذ ومراجع

المصادر المطبوعة

- القرآن الكريم، كلام الله تعالى.
- إصلاح الوقاية، ابن كمال باشا (ت٩٤٠هـ)، تحقيق د. عبد الله داود خلَف المحمدي، ومحمود شمس الدين أمير الخزاعي، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٨هـ، ط١.
- الإمام أحمد رضا خانْ وأثرُه في الفقه الحنفي، مشتاق أحمد شاهْ، لاهور: مؤسَّسة الشَرف ١٤١٨هـ، ط١.

- البحر الرائق، ابن نجَيم المصري الحنفي (ت٩٧٠هـ)، تحقيق الشيخ زكريّا عميرات، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٨هـ، ط١.
- تاج العَروس من جواهر القاموس، الزَبِيدِي (ت١٢٠٥هـ)، تحقيق مجموعة من المحققين، الكويت: دار الهداية ١٩٦٥ء.
- تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الزَّيلعي (ت٧٤٣هـ)، مصر: المطبعة الأميريّة ١٣١٥هـ، ط٣.
- التعريفات، الجُرجاني (ت٨١٦هـ)، تحقيق إبراهيم الأبياري، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٢٣هـ.
- جدّ الممتار على ردّ المحتار، الإمام أحمد رضا (ت١٣٤٠هـ)، تحقيق الدكتور المفتي محمد أسلم رضا الميمني، أبوظبي: دار الفقيه ١٤٣٤هـ.ط١.
- حاشية الشَّلَبي على تبيين الحقائق، ابن الشَلَبي (ت٩٤٧هـ)، (هامش تبيين الحقائق)، مصر: المطبعة الأميرية ١٣١٥هـ، ط١.
- الحديقة النديّة شرح الطريقة المحمديّة، النابلُسي (ت١١٤٣هـ)، مصر: دار الطباعة العامرة ١٢٩٠هـ.
- خلاصة الفتاوى، طاهر بن أحمد البخاري (ت٥٤٢هـ)، كوئتَه: المكتبة الرشيدية ١٤١٤هـ، ط١.
- دُرر الحكّام في شرح غُرر الأحكام، مُنْلا خُسرو (ت٨٨٥هـ)، إستامبول.
- شرح عقود رسم المفتي، ابن عابدين الشامي (ت١٢٥٢هـ)، ضمن مجموعة ثلاث رسائل في رسم الإفتاء، تحقيق: الدكتور المفتي محمد أسلم رضا الميمني، أبوظبي: دار الفقيه ١٤٣٩هـ.ط٢.

- شرح كنز الدقائق، ملّا مسكين (ت٩٥٤هـ)، مصر: مطبعة المَويلحي ١٢٨٧هـ.
- غُرر الأحكام في فروع الحنفية، مُنْلا خُسرو (ت٨٨٥هـ)، إستامبول.
- غنية المتملّي في شرح منية المصلّي، إبراهيم الحلَبي (ت٩٥٦هـ)، لاهور: سهيل أكاديمي.
- الفتاوى البزّازية= الجامع الوجيز، حافظ الدّين البزّازي (ت٨٢٧هـ)، (هامش الهندية) بشاوَر: المكتبة الحقانية.
- الفتاوى الهنديّة، الشيخ نظام (ت١١٦١هـ) وجماعة من علماء الهند الأعلام، بشاوَر: المكتبة الحقّانية.
- فتح القدير للعاجز الفقير، ابن الهُمام (ت٨٦١هـ)، بيروت: دار إحياء التراث العربي.
- لسان العرب، جمال الدين ابن منظور (ت٧١١هـ)، بيروت: دار صادر ١٤١٤هـ، ط٣.
- مجمع الأنهُر، داماذْ أفندي (ت١٠٧٨هـ)، تحقيق خليل عمران المنصور، بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤١٩هـ، ط١.
- مجموعة الفتاوى، عبد الحي اللكنوي(ت١٣٠٤هـ)، كانفور: مطبع علوي علي بخش خانْ اللكنوي.
- مَراقي الفلاح بإمداد الفتّاح في شرح نور الإيضاح ونجاة الأرواح، الشُرُنبُلالي (ت١٠٦٩هـ)، بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤٢٤هـ، ط٢، تحقيق: أبو عبد الرحمن صَداح بن محمد بن عويضة.
- ملتقى الأبحُر، إبرهيم الحلَبي (ت٩٥٦هـ)، بيروت: دار الكتب

العلمية ١٤١٩هـ، ط١.
- النقاية مختصر الوقاية، صدر الشريعة عبيد الله بن مسعود (ت٧٤٥هـ)، كراتشي: شركة أيج أيم سعيد، مطبوع مع "جامع الرُموز".
- النهاية في غريب الحديث والأثر، لابن الأثير(ت٦٠٦هـ)، بيروت: المكتبة العلمية ١٣٩٩هـ.
- الهداية شرح بداية المبتدئ، المَرغيناني (ت٥٩٣هـ)، تحقيق محمد عدنان درويش، بيروت: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم.

باللغة الأردية

- اظہار الحق الجلی، اَز افادات: امام احمد رضا(١٣٤٠ھ)، لاہور: بزمِ عاشقان رسول ١٩٩٨ء۔
- امام احمد رضا اَرباب علم ودانش کی نظر میں، یاسین اختر مصباحی، نئ دہلی: دار القلم ٢٠١٨ء، ط١٢۔
- امام احمد رضا اور فقہی ضوابط کی تدوین، مفتی محمد نظام الدین رضوی، مبارکپور: مکتبہ عزیزیہ۔
- امام احمد رضا کا فقہی مقام، مولانا عبد الحکیم خان اختر شاہجہان پوری، لاہور: فرید بک اسٹال ١٩٧١ھ، ط١۔
- انوار المنّان فی توحید القرآن، امام احمد رضا(ت ١٣٤٠ھ) مترجم مفتی اختر رضا خان اَزہری، تحقیق ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، مفتی عبد الرزاق ہنگورو تحسینی، کراچی: ادارۂ اہلِ سنّت ١٤٢٩ھ، ط١۔
- جاء الحق، احمد یار خان نعیمی (ت ١٣٩١ھ)، لاہور: قادری پبلشرز ٢٠٠٣ء۔
- جامع الاَحادیث، اَز اِفادات: امام احمد رضا (١٣٤٠ھ)، تحقیق مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی، گجرات (ہندوستان): مرکزِ اہلِ سنّت برکاتِ رضا ١٤٢٢ھ۔
- حیاتِ اعلیٰ حضرت، ظفر الدین بہاری (ت ١٣٨٢ھ)، ترتیب وتصحیح مفتی مطیع الرحمن رضوی، مولانا غلام حسن قادری، لاہور: اکبر بک سیلرز۔

– سوانح اعلیٰ حضرت، مولانا بدر الدین احمد قادری، بریلی: قادری کتاب گھر۔

– سوانح سراج الفقہاء (حضرت علّامہ سراج احمد خانپوری)۔

– فتاوی تاج الشریعہ۔ مفتی اختر رضا خان ازہری (۱۴۳۹ھ) ترتیب و تحقیق مفتی مطیع الرحمن نظامی، بریلی: مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا ۱۴۳۸ھ، ط۱۔

– فتاوی رشیدیہ، رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ)، محشّی: محمد خالد حنفی، کوئٹہ: المکتبۃ الحنفیّہ۔

– فتاوی رضویہ، امام احمد رضا (۱۳۴۰ھ) تحقیق ڈاکٹر مفتی محمد اسلم میمن تحسینی، کراچی: ادارۂ اہلِ سنّت ۱۴۳۹ھ، ط۱۔

– فقیہِ اسلام، ڈاکٹر حسن رضا اعظمی، کراچی: ادارہ تصنیفاتِ امام احمد رضا۔

– ماہنامہ پیغامِ شریعت، مصنّفِ اعظم نمبر ۲۰۱۸ء، ترتیب و پیشکش مفتی فیضان المصطفیٰ قادری، دہلی: ماہنامہ پیغامِ شریعت ۱۴۴۰ھ۔

– ماہنامہ المیزان، امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء، ایڈیٹر سیّد محمد جیلانی محامد، بمبئی: آفس ماہنامہ المیزان۔

– الملفوظ، مولانا مصطفی رضا خان (ت ۱۴۰۲ھ)، دہلی: ادبی دنیا ۲۰۰۵ء۔

إصدارات دار أهل السُنّة

باللغة العربية

١. كنز الإيمان في ترجمة القرآن: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، مع تفسير خزائن العرفان: لصدر الأفاضل السيّد محمد نعيم الدّين المرادآبادي (ت١٣٦٧هـ) طبعت ثانياً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٤٢هـ/ ٢٠٢٠م.

٢. العطايا النبويّة في الفتاوى الرضوية: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، (٢٢ مجلّداً بالأرديّة) محقَّقة، طبعت ١٤٣٨هـ / ٢٠١٧م.

٣. جدّ الممتار على ردّ المحتار: له (ت١٣٤٠هـ) (سبع مجلّدات) محقَّقة، طبعت من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٤هـ/ ٢٠١٣م.

٤. المعتقَد المنتقَد: للعلّامة فضل الرّسول القادري البَدَايُوني (ت١٢٨٩هـ) مع حاشية قيّمة مسمّاة: المعتمَد المستنَد بناء نجاة الأبد: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، طُبع ثانياً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٥. الدَّولة المكّية بالمادّة الغَيبيّة: له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٦. إنباء الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيء (مجلّدان): له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٧. شرح عقود رسم المفتي: للإمام ابن عابدين الشّامي (ت١٢٥٢هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٨. أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.
٩. الفضل الموهبي في معنى إذا صحّ الحديث فهو مذهبي: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.
١٠. جليُّ الصَّوْت لنَهي الدَّعْوة أمَامَ موت (بالأرديّة): له، ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م.
١١. رادّ القحط والوباء بدعوة الجيران ومُؤاساة الفقراء: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.
١٢. أعجب الإمداد في مكفَّرات حقوق العباد: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.
١٣. صفائح اللُجَين في كون تصافُح بكفَّي اليدَين: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.
١٤. الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.
١٥. الظَفر لقول زُفر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٦. شمائم العنبر في أدب النداء أمام المنبر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
١٧. صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
١٨. الجبل الثانوي على كلية التهانوي: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
١٩. كفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهم: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٠. هاديُ الأُضحِية بالشاء الهنديّة: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ / ٢٠١٨م.
٢١. الصافية الموحية لحكم جلد الأُضحِية: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٢. الكشفُ شافيا حكم فونوجرافيا: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٣. الزُّلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى (في أفضلية سيّدنا أبي بكر رضي الله تعالى عنه): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٤. "القول النَّجيح لإحقاق الحقّ الصّريح" مع حاشية "السعي المشكور في إبداء الحقّ المهجور": له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.
٢٥. قَوارع القَهّار على المجسِّمة الفُجّار: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، محقَّقة، طبعت من "دار المقطَّم" القاهرة ١٤٣٢هـ/ ٢٠١١م.

٢٦. أنوار المنّان في توحيد القرآن: له، مترجمة بالأردية، محقَّقة، ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

٢٧. الأمن والعُلى لناعتِي المصطفى بدافع البلاء مترجَم بالعربيّة: له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٨. منير العين في حكم تقبيل الإبهامَين، للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، ١٤٤٤هـ/ ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٢٩. إقامة القيامة على طاعِن القيام لنبي تهامة (بالأرديّة): للإمام أحمد رضا خانْ ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٣٠. حُسام الحرمَين على منحر الكفر والمَين: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، أوّلاً طبعت من "مؤسّسة الرضا" لاهور ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً (نشر إلكتروني) بتحقيق وترتيب جديد ٢٠١٩م.

٣١. فتاوى الحرمَين برَجفِ ندوةِ المَين: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م (نشر إلكتروني).

٣٢. إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المَولد والقيام (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

٣٣. أصول الرَّشاد لقَمع مَباني الفساد (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ)، محقَّقة، ١٤٣٠هـ/ ٢٠٠٩م. وثانياً (بالعربية) من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

٣٤. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنيّة والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالعربية): للدكتور المفتي

محمد أسلم رضا المَيمني، محقَّقة، طبعت ثانياً ١٤٤٠هـ / ٢٠١٩م. و(بالأردية): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٥. مقدّمة الجامع الرّضوي (ضوابط في الحديث الضعيف): لمِلك العلماء المحدِّث المفتي ظفر الدّين البِهاري، محقَّقة، طبعت ثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

٣٦. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالأرديّة)، طبعت ثالثاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٧. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالعربية) طبعت رابعاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٨. حياة الإمام أحمد رضا: للدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، رسالة مختصرة في سيرة الإمام، محقَّقة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٣٩. نظم العقائد النَّسَفية، (النّظم العربي): المفتي الشيخ إبراهيم علي الحمدُو العمر الحلَبي، طبع ثانياً ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٤٠. نظم العقائد النَّسَفية (النّظم الأردو): للشّيخ محمد سلمان الفريدي المصباحي الهندي، طبع ١٤٣٩هـ/ ٢٠١٨م.

٤١. متن الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٢. مختصر الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٣. الدعوة إلى الفكر، للشيخ منشا تابِش القصوري، ترجمتها بالعربية: الأستاذ العلّامة محمد عبد الحكيم شرف القادري (ت١٤٢٨هـ) محقَّق، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٤٤. "معارف رضا" المجلّة السَّنَوية العربيّة ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م (العدد السّادس) طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي.

باللغة الأردويّة

٤٥. اسلامی عقائد و مسائل (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ثانیاً ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٦. عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالی عنہم (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٧. قائدِ ملّت اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ حیات، خدمات اور سیاسی جدوجہد (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء (آن لائن)۔

٤٨. تحقیقاتِ امام علم وفن (اردو): حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء۔

٤٩. تعارف حضرت علّامہ مفتی محمد ابوبکر صدیق قادری شاذلی (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء (آن لائن)۔

٥٠. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۷) (اردو) ۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء، عدد صفحات:۵۳۲ (آن لائن)۔

٥١. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۸) (اردو) ۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء، عدد صفحات: ۶۵۲ (آن لائن)۔

٥٢. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۰) (اردو) ۱۴۴۳ھ/ ۲۰۲۱ء، عدد صفحات: ۹۸۲ (آن لائن)۔

٥٣. امام احمد رضا ایک فقیہِ مجتہد (اردو) ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۴ھ/۲۰۲۲ء(آن لائن)۔

باللغة الإنجليزيّة

54. 20 FUNDAMENTAL PRINCIPLES TO IDENTIFY SHIRK & BID`AH: By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini
55. Tahsin al-Wusul – By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.

سيصدر بعَون الله تعالى

١. عقائدوکلام (اردو): للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ).

٢. تلخيص الفتاوى الرضوية (اردو): له، (ستّ مجلّدات).